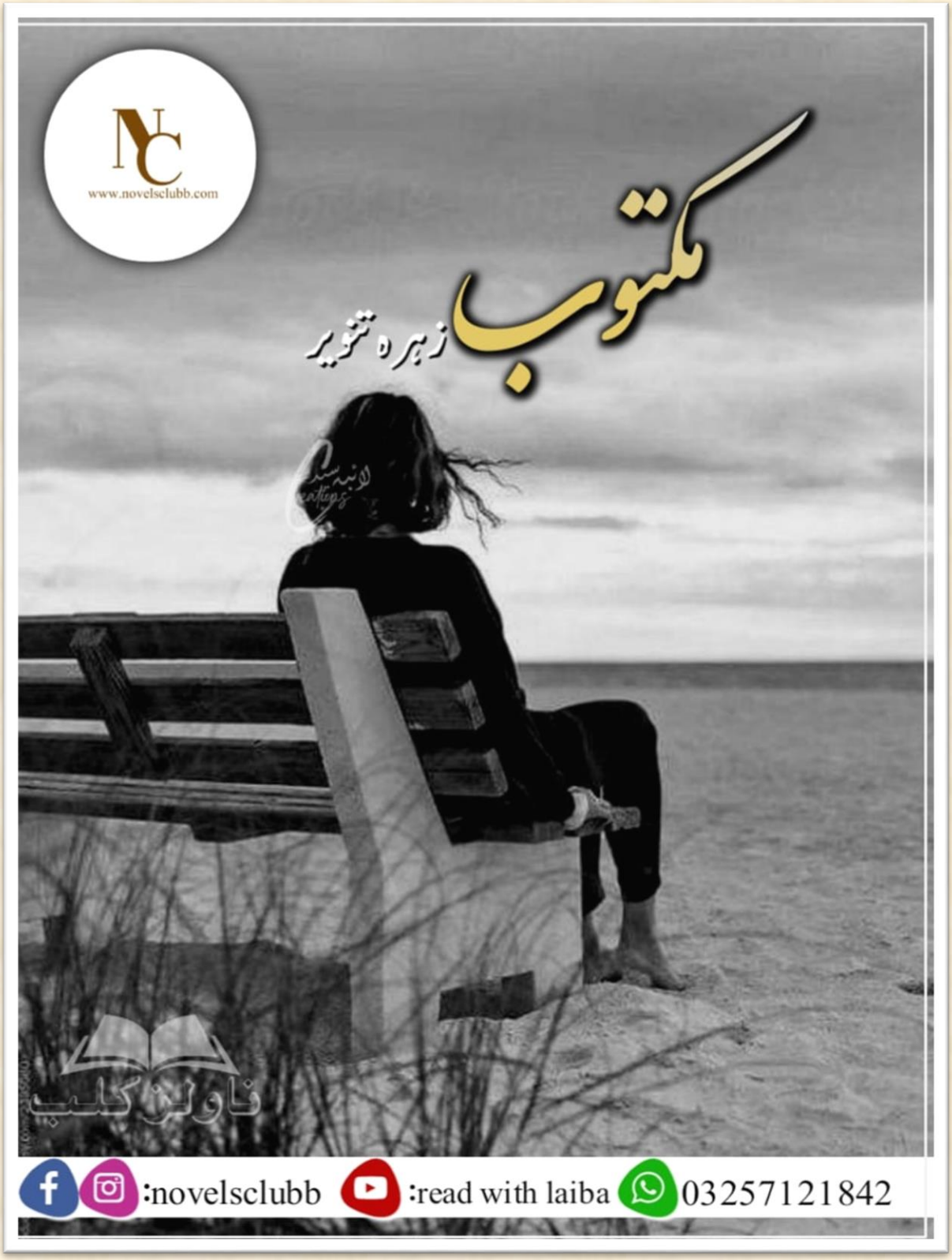
www.novelsclubb.com
مکتوب
زہرہ تنویر
ناولز کلب
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

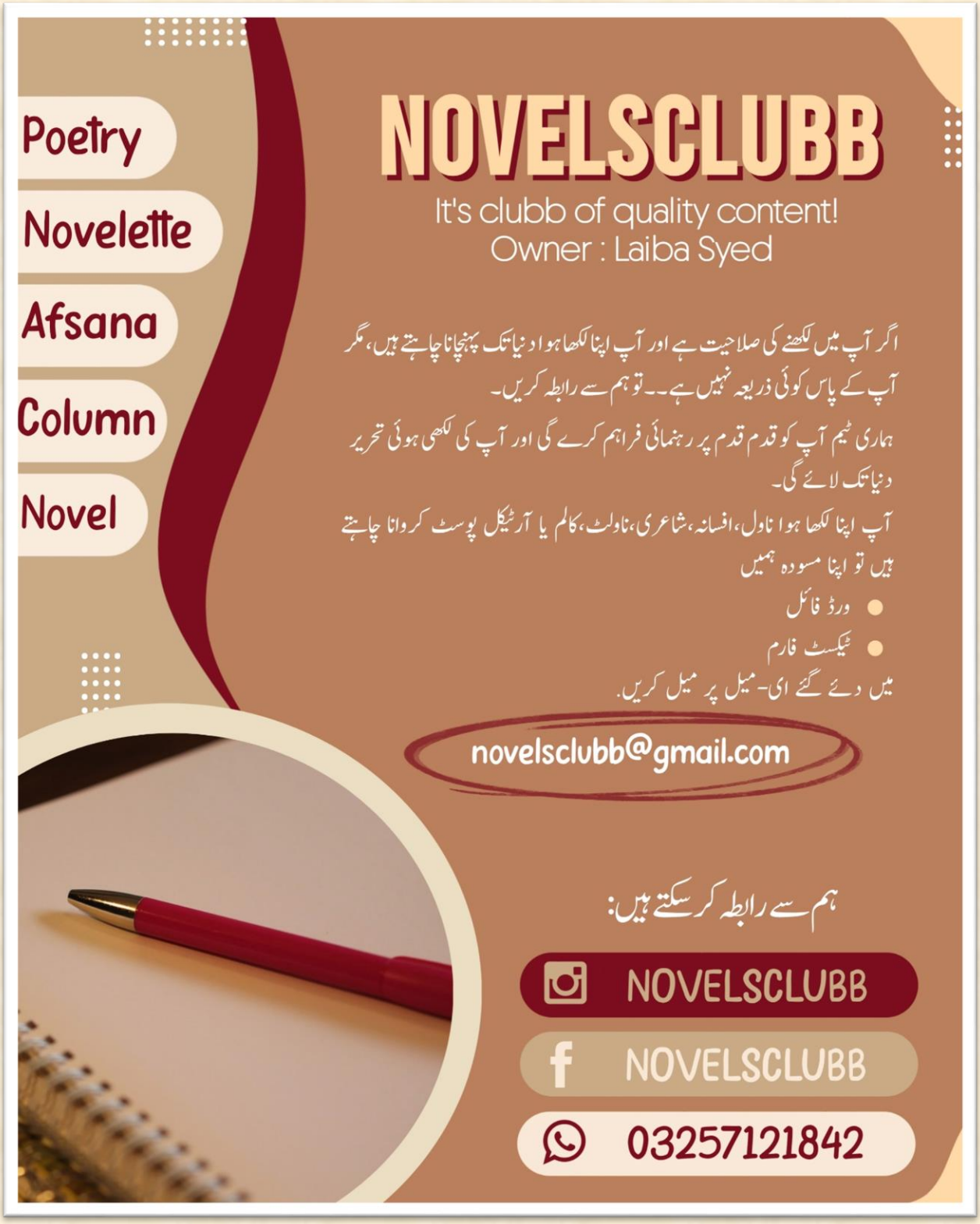
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

مکتوب

از قلم

زہرہ تنویر

ناولز کلب
Clubbed Quality Content!

بتول مغل اس وقت اپنے کمرے کے سنگھار آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ دیوار گیر کھڑکیوں کے شیشے بند تھے اور دبیز پردے آگے کو گرے تھے۔ کمرے میں اے سی کی ٹھنڈک پھیلی تھی۔ وہ جامنی رنگ کی ٹخنوں کو چھوتی فراک کے ساتھ چوڑی دار پہنے ہوئی تھی۔ ہم رنگ دوپٹہ بیڈ پر پڑا تھا۔ وہ شیشے کے سامنے کھڑی اپنے ہونٹوں پر لپ گلوز لگا رہی تھی۔ پھر اس نے گلابی افشاں گالوں پر بکھیرا۔ سرمئی آنکھوں کی پلکیں مسکارے کی وجہ سے مزید گھنی اور لمبی لگ رہی تھیں۔ لمبے بال کرل کر کے آگے کو گرے تھے۔ تیار ہونے کے بعد اس نے اپنی چند تصاویر اتاریں اور موبائل ہاتھوں میں لئے، دوپٹہ گلے میں ڈالے کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کے کمرے کے ساتھ والا کمرہ عبداللہ کا تھا۔ ملازم صفائی کر کے جا چکے تھے۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے ریلنگ پر سے جھک کر نیچے لاؤنج میں دیکھنا چاہا۔ لاؤنج میں اس وقت گھر کے تمام افراد موجود تھے۔ نگاہوں کے عین سامنے والے صوفے پر آغا علی اور حسن علی مغل بیٹھے تھے۔ باقی افراد اسے دکھائی نہ دیے۔ لاؤنج کے ساتھ ملحق اوپن ائیر کچن میں کھڑے ملازم اس وقت انتہائی مصروف دکھائی

دے رہے تھے۔اس نے اپنی گردن پیچھے کی اور گول چکر دار سیڑھیوں کی گرل پر ہاتھ رکھے وہ نظریں جھکائے چل رہی تھی۔ لاؤنج سے باتوں کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔اس نے قدم نیچے رکھا۔

آغا علی مغل اپنے سامنے بیٹھے کسی فرد سے کچھ پوچھ رہے تھے۔وہ ہنستے ہوئے جواب دے رہا تھا۔اگر بتول مغل کی سماعتیں سن ہو جائیں تو وہ پھر بھی اس شخص کی آواز کو پہچان سکتی تھی۔بتول نے اپنے قدم بڑھائے۔لاؤنج کی آوازیں واضح ہوئیں۔دوپٹے کو مٹھی میں بھینچے وہ نیچے اترتی گئی۔سیڑھیوں کے اختتام پر رک کر اس نے ڈیڈ اور دادا کی طرف دیکھا۔ وہ قدم قدم چلتی قریب آئی۔سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔دادا،ڈیڈ، پھپھو،علیزہ، ماں۔۔۔وہ آگے بڑھی۔اس نے نظروں کا رخ نہ موڑا۔اجتماعی سلام کرتے ہوئے وہ ایک طرف رکھے صوفے پر جا بیٹھی۔لیکن فضا میں کچھ غیر آرام دہ سا تھا۔اس نے نظروں کا رخ ہنوز ڈیڈ اور دادا کی طرف کئے رکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بتول! کیسی ہو تم؟"

یہ آواز۔۔۔۔اس کے دل کی دھڑکن تھم گئی۔بتول مغل نے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا۔اور پھر اس نے آنکھیں اٹھائیں۔دل ڈوب کر ابھرا۔بائیں ہاتھ میں پہنی سبز نگینے کی انگوٹھی یکدم چبھنے لگی۔

وہ سامنے بیٹھا تھا۔پھپھو اور علیزہ کے درمیان۔لبوں پر مسکراہٹ سجائے۔ٹانگ پر ٹانگ رکھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تمھیں عبداللہ نظر نہیں آیا کیا؟اس سے سلام تمھیں لینی چاہیے تھی۔"

ڈیڈ کی ڈانٹ کو اس نے نظر انداز کیا۔وہ جو نظروں کے سامنے بیٹھا تھا،اس کو روبرو دیکھنے کی تمنا بتول مغل نے کئی سالوں سے کی تھی۔وہ لمحہ کیسا ہو گا،جب وہ اس کو دیکھے گی،یہ اس نے ہزار مرتبہ سوچا تھا اور جب وہ اسے دیکھ رہی تھی تو ارد گرد کے سارے منظر دھندلانے لگے۔ساری آوازیں سن ہو گئیں۔پوری کائنات کی روشنیاں ان دو سراپوں کو اپنے

گھیرے میں لئے ہوئی تھیں۔ایک بتول مغل۔۔۔اور دوسرا اس کا عبداللہ۔اس کی ہتھیلیاں بھیگنے لگیں۔

"بتول!عبداللہ تم سے کچھ پوچھ رہا ہے۔"

فسوں چھناکے سے ٹوٹا۔روشنیاں ماند پڑ گئیں۔آوازیں سنائی دینے لگیں۔عبداللہ گہری مسکراہٹ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔جواب طلب نظروں کے ساتھ۔۔فریال مغل نے اس کی کہنی تھامی۔وہ چونکی۔پھر اسے اندازہ ہوا کہ سب اس کو اور عبداللہ کو ہی دیکھ رہے تھے۔

"میں۔۔میں بلکل ٹھیک۔آپ کیسے ہیں؟"

اس نے ہتھیلی کی پشت صوفے کے ہتھے سے رگڑی۔چہرے پر مسکراہٹ سجانی چاہی لیکن ناکام رہی۔ٹانگ پر ٹانگ رکھے صوفے کے ساتھ پشت ٹکا کر بیٹھ گئی۔گود میں دھرا موبائل

روشن کیا۔دل کی دھڑکن اتنی تیز تھی کہ کانوں تک سنائی دیتی تھی،اسے لگا یہ آواز سب سن سکتے ہیں۔۔عبداللہ بھی۔۔۔وہ اضطرابی انداز میں اپنی ٹانگیں جھلانے لگی۔

عبداللہ نے پھر اس کو مخاطب نہ کیا۔وہ دوسرے گھر والوں سے بات کر رہا تھا۔پھوپھو سے،علیزہ سے،دادا سے،لیکن بتول سے نہیں۔کچھ دیر گزری تو سامنے شیشے کی میز پر طرح طرح کے لوازمات رکھے تھے۔علیزہ گھٹنوں کے بل بیٹھی سب کے لئے چائے بنا رہی تھی۔

"آپ کی چائے میں چینی کتنے چمچ؟"

علیزہ نے بتول کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا۔وہ یکدم چونکی۔

"لیکن بتول تو چائے میں چینی لیتی ہی نہیں۔ہے نا بتول؟"

یہ جواب عبداللہ کی طرف سے تھا۔جہاں آرا مغل نے بمشکل مسکراہٹ دبائی۔اور دوسری طرف بتول ہونق بنی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"لیتی ہوں۔بالکل لیتی ہوں۔دو چمچ چینی ڈالو۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کہتے ساتھ ہی دادا کے ساتھ والے خالی سنگل صوفے پر جا بیٹھی۔ اب ڈیڈ نہیں تھے تو وہ آرام دہ ہو کر بیٹھ سکتی تھی لیکن فضا میں کچھ تو غیر آرام دہ سا تھا۔۔۔۔

"اچھا؟ کب سے لینے لگی۔ صبح تو تم نے چینی نہیں ڈالی۔"

دادا بھی پھر دادا تھے۔ کہاں پیچھے رہتے۔

"یار داد، کبھی تو عزت رکھ لیا کریں۔"

اس نے آہستہ سے کہا۔ آواز صرف دادا تک گئی۔

"بتول آپی، کب سے چینی لینے لگی ہیں۔ کل شام کی چائے میں بھی آپ نے چینی نہیں ڈالی تھی۔"

علیزہ نے بھی کہہ ہی ڈالا۔ ساتھ ہی چائے کا کپ اس کے سامنے رکھا۔

"پیاری علیزہ، یہ میری چائے کی چینی ہے کوئی مسئلہ کشمیر نہیں جو آپ سب پریشان ہو رہے ہیں۔"

اس نے محض علیزہ کی طرف دیکھا۔جہاں آرا صرف مسکرا رہی تھیں۔اور دادا سامنے رکھے گلاب جامن کی پلیٹ صاف کرنے میں مصروف تھے۔

"لیکن تم سے متعلق کوئی بھی بات ہمارے لئے مسئلہ کشمیر جتنی اہم ہی ہے۔"

عبداللہ نے چائے کا گھونٹ بھرا۔بتول نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔

"اچھا!خیر۔عبداللہ بیٹا،تمھارا کمرہ بلکل تیار ہے۔تمھیں آرام کرنا چاہئے۔"

فریال مغل اپنی جگہ سے اٹھیں۔عبداللہ سے اتنا کہا اور منظر سے غائب ہو گئیں۔

"دادا!میں دیکھ رہی ہوں۔آٹھ گلاب جامن کھا چکے ہیں آپ۔"

وہ دھیرے سے بولی۔سامنے پڑے چائے کے کپ کو ہاتھ تک نہ لگایا۔دادا نے نظریں اٹھائیں۔پھر پوری باچھیں کھول کر مسکرائے۔

"ہاں!تو دیکھو کس نے منع کیا ہے۔تمھاری آنکھیں تمھاری مرضی۔"

دادا نے ایک اور ٹکرا منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"اور معدہ تو آپ کا ہی ہے لیکن مرضی پھر بھی آپ کی نہیں ہے۔"

اس نے ہاتھ سے پلیٹ لے کر سامنے رکھی۔ لیکن اپنے دادا کی پہنچ سے دور۔ وہ اس کو بے چارگی سے دیکھتے رہ گئے۔ پھر ٹشو پیپر سے اپنا ہاتھ صاف کیا۔

"علیزہ! تم آج کالج نہیں گئی۔"

اس نے یوں پوچھا جیسے آج کوئی عام سا دن تھا۔ بھئی عبداللہ آیا تھا، کوئی مزاق تو نہیں تھا۔

"کیونکہ بتول میڈم، آپ کو بھلے میرے آنے کی خوشی نہ ہو لیکن میری بہن کو تھی، اس لئے وہ آج نہیں گئی۔ اور آپ کے پاس تو اپنے کمرے سے نکل کر مجھے ویلکم کرنے کا بھی وقت نہ تھا۔ اور اب بھی یوں بیٹھی ہیں جیسے آپ کی گیدرنگ میں کسی فرد کا اضافہ ہی نہ ہوا ہو۔"

عبداللہ نے چائے کا گھونٹ بھرا۔ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی۔ چہرے پر مسکراہٹ سجائی۔

نہیں۔ وہ عبداللہ کو جواب دینا چاہتی تھی اور نہ ہی اس سے بات کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اس کی موجودگی کے احساس کو نظر انداز کرنے کی کوشش میں وہ ناکام رہی تھی۔ کہیں عبداللہ موجود ہو اور اسکی بات کو نظر انداز کیا جائے، اس کی طرف دیکھے بغیر وہاں بیٹھا جائے، یہ نا ممکن تھا، کم از کم بتول کے لئے تو تھا۔ لیکن وہ ضبط سے بیٹھی رہی۔ پھر اس نے نظر اٹھا کر اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا جسے بتول مغل کی توجہ کے لئے کسی لائم لائٹ کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سفید ٹی شرٹ کے ساتھ نیلی جینز پہنے ہوئے تھا۔ بھورے بال ماتھے پر بکھرے تھے۔ سیاہ بھور آنکھیں اور ان کی چمک۔ آنکھوں اور لبوں پر مسکراہٹ سجائے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے اتنے ڈائریکٹ جواب پر بتول گڑبڑا کر رہ گئی۔ علیزہ خاموش رہی۔ جہاں آرا نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ یہاں موجود ہی نہ ہوں۔۔ اور دادا۔۔۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اب میز پر سے کس تلی ہوئی شے کی پلیٹ کو اٹھانا چاہیے۔

"آپ کو غلط لگا ہے۔ میں نے ایسا کچھ نہیں سمجھا۔"

اس نے اپنی ٹانگ پر سے ٹانگ ہٹائی۔ بمشکل مسکرائی۔ آنکھیں چھوٹی ہو گئیں۔

"خیر۔۔۔بتول بیٹا۔ آج رات کو ہم سب نے ایک فنکشن میں جانا ہے۔ تمھیں تو پتہ ہو گا؟"

بتول نے نا سمجھی سے دیکھا۔

"نہیں۔۔۔مجھے تو نہیں پتہ۔۔مجھے کوئی کچھ بتاتا ہے کیا؟"

"تم اوپر تھی اس لئے۔۔۔"

"رہنے دیں دادا۔ میں ہر وقت تو اوپر نہیں ہوتی ں ا۔ اگر کوئی ضروری سمجھے تو مجھے بتا دے

۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔

"کس۔۔کس نے جانا ہے؟"

"شاید عبداللہ کے سوا سب جائیں گے۔"

آغا علی مغل نے جواب دیا۔ عبداللہ نے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو" کیوں، میرا داخلہ ممنوع

ہے کیا؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیوں، میں بھی جاؤں گا۔"

"تم تھک گئے ہو گے۔ آرام کرو۔"

"یار! میں جہاز میں بیٹھ کر آیا ہوں۔ اونٹ میں سواری کر کے تو نہیں۔ اٹس اوکے میں چل پڑوں گا۔"

بتول ہنوز کھڑی تھی۔ فیصلہ کرنے کی کوشش میں، اسے جانا چاہیے یا نہیں۔ اگر عبداللہ جائے گا تو پھر۔۔۔

"اوکے۔ میں نہیں جاؤں گی۔ کچھ کام ہے۔"

کہتے ساتھ ہی وہ جانے لگی۔ عین اسی لمحے اس کی نظر عبداللہ کے بائیں ہاتھ پر پڑی۔ اور اس نے دیکھا کہ اس کے بائیں ہاتھ کی ساری انگلیاں خالی تھیں۔ کسی انگلی میں سبز چھوٹے نگینے کی انگوٹھی نہ تھی۔ وہ ایک لمحے کے لئے یقین نہ کر سکی۔ فضا میں غیر آرام دہ سا کیا تھا، وہ جان گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یا پھر ہو سکتا ہے کہ انھیں کوئی انگریز لڑکی پسند آ گئی ہو۔"

پس منظر میں کوئی آواز گونجی۔

"تم بھی جاؤ گی ہمارے ساتھ، بتول۔ اور یہ میں تم سے پوچھ نہیں رہی بتا رہی ہوں۔"

جہاں آرا نے کھڑے ہوتے اسے باور کروایا۔ وہ چپ رہی۔ وہ ان کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"بتول۔۔ بتول۔"

انھوں نے بتول کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ چونکی۔

"کیا ہو گیا ہے، تم فریز کیوں ہو گئی ہو، بیٹا؟"

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ کسی کی طرف بھی دیکھے بغیر وہاں سے چلی گئی۔

"آئی تھنک شی از ناٹ فیلنگ ویل۔ (میرا خیال ہے کہ اس کی طبیعت کچھ خراب ہے)۔"

سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کے کانوں سے عبداللہ کی آواز ٹکرائی تھی۔اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

.....

صبح پورے شہر میں اتر کر باسی ہو چکی تھی۔اپنے آفس چیئر کی کرسی پر بیٹھا ابان احمد ہشاش بشاش سا لگ رہا تھا. تھری پیس سوٹ میں ملبوس،سیاہ جینز کے ساتھ سیاہ شرٹ کے اوپر سرمئی کوٹ پہنے،بالوں کو جیل کی مدد سے سیٹ کیے وہ آنکھوں کو خوبصورت لگ رہا تھا۔۔کھڑکی کے شیشے سے چھن کر آتی ہوئی سورج کی کرنیں کمرے میں لکیروں کی شکل میں پھیلتے ہوئے اس کی آں کھوں کو مزید روشن کر رہی تھیں۔شیشے کی میز پر لیپ ٹاپ کی اسکرین روشن تھی۔کچھ فائلیں آں کھوں کے سامنے کھلی پڑی تھیں۔بازوؤں کو کف سے موڑے،چہرہ جھکائے،وہ کام میں کافی حد تک مصروف دیکھائی دے رہا تھا۔کچھ دیر گزری تو

کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی عجلت میں اندر آیا۔ ابان نے چہرہ اٹھایا۔ آنکھوں میں حیرت امڈ آئی۔

"آج تو آپکا بھانجا آرہا تھا۔ آج آفس سے آف کر لیتے۔؟"

اس نے قلم چھوڑا، کمر کو کرسی کی پشت سے لگایا۔ ہاتھوں کی مدد سے ماتھے پر بکھرے بال پیچھے کئے۔

"کیا تم میرے باس ہو اور مجھے بتاؤ گے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

حسن علی نے سنجیدگی سے کہا۔ پھر اس کے سامنے والی کرسی سنبھالتے ہوئے بیٹھ گئے۔

"یہاں کوئی باس نہیں ہے۔ ہم دونوں اپنے خود کے باس ہیں۔"

وہ مسکرا رہا تھا۔

"اوہ! میں کیوں بھول گیا تھا کہ میرے سامنے اس وقت میرا بزنس پارٹنر بیٹھا ہے نہ کہ میرا ایمپلائی۔"

کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی شخص ہے جو ہر وقت اپنی بیٹی کے ساتھ اکھڑا اکھڑا اور خشک سا رویہ لیے رکھتا تھا۔ بتول ٹھیک ہی تو کہتی تھی، اسے ابان برا نہ لگے تو کیوں نہ لگے؟

"میں مزید شیئرز خریدنا چاہتا ہوں۔ انکل۔"

اس نے اپنے سامنے پڑی فائل بند کی۔ سنجیدگی سے آگے کو ہوا۔

"آئی تھنک تمھیں گھر خریدنا چاہئے اب۔۔"

"اینڈ یو تھنک رانگ۔"

اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پیوست کیا۔ ہلکی بڑھی ہوئی شیو کو ہاتھوں سے کھجایا۔ پھر حسن علی کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ اسے ابرو اٹھا کر دیکھ رہے تھے۔

"وہ کیا ہے کہ میں اپنے پیسوں سے شیئرز خرید کر اس کے بعد اپنا گھر تو خرید سکتا ہوں لیکن اپنے نئے خریدے ہوئے گھر سے شیئرز نہیں خرید سکتا۔"

سامنے بیٹھے حسن علی ذرا سا مسکرائے۔ آں کھوں میں چمک ابھری۔ ابرو ستائش سے اوپر کو اٹھے۔

"واہ! تمھاری ذہانت کا میں قائل ہو گیا ہوں، کبھی کبھی میرا دل کرتا ہے کہ خوشی کے مارے تمھاری پیشانی پر بوسہ دوں۔"

وہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہہ رہے تھے۔ پشت کرسی سے لگا کر آرام دہ انداز میں بیٹھتے ہوئے۔ ابان احمد کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"لیکن پھر میں سوچتا ہوں کہ انسان کو اتنا ذہین بھی نہیں ہونا چاہیے کہ اسی ذہانت کے چکر میں وہ خوش فہم ہو جائے۔"

آبان کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ آں کھوں میں نا سمجھی ہلکورے لینے لگی۔ حسن علی مغل بلکل اسی کے انداز میں آگے ہوئے، انگلیوں کو باہم پیوست کیا۔ پھر اس کی آں کھوں میں دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اور تمھیں کس نے کہا کہ میں تمھیں اپنے شئیرز بیچ دوں گا۔ تم پہلے ہی تیس فیصد شیئرز کے مالک ہو۔ مائے بوائے۔"

وہ کہہ کر پیچھے ہو گئے۔ اور ابان احمد فوراً ہی ہنسنے لگا۔ زور زور سے، قہقہے لگا کر۔ ہنستے ہنستے اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"آپ مجھے نہیں بیچیں گے؟"

وہ بمشکل بول پایا، پھر سے ہنسنے لگا۔ سیاہ آنکھیں چھوٹی ہو گئیں۔ بلکل بتول کی طرح۔

"میں تمھیں شئیرز نہیں دوں گا۔ ٹرسٹ می۔"

"اور اس کی وجہ؟"

وہ دونوں اپنی کہنیاں میز پر رکھے، آگے کو ہو کر بیٹھے، ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے۔

"تم چاہتے ہو کہ ہم دونوں ففٹی ففٹی پر آجائیں۔اوکے۔ہم آجائیں گے۔لیکن تم میری بیٹی کو جانتے ہو۔"

وہ رکے۔آبان کے چہرے کے تاثرات ویسے ہی رہے۔اس نے اپنی پلکیں جھپکیں۔

"تو؟"

"تو یہ کہ وہ میری واحد اولاد ہے اب۔"

حسن علی مغل کی آنکھوں میں کچھ ٹوٹ کر جڑا تھا۔چہرے پر کرب کے آثار واضح ہوئے۔

"کل کو وہ میرا بزنس سنبھالے گی۔مجھے نہیں لگتا کہ وہ تمھیں اپنے مقابلے میں پسند کرے گی۔اور وہ بھی برابری کی سطح پر۔جہاں وہ ہوتی ہے،وہاں ہر کوئی آؤٹ شائن ہو جاتا ہے۔"

"اوہ!تو آپ مجھے یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ آپ کو اپنی بیٹی سے بہت پیار ہے،ہاں؟"

ابان نہیں جانتا تھا یہ اس نے کیوں کہا،یہ الفاظ بے ساختہ اس کے منہ سے نکلے تھے۔حسن علی نے اس کے لہجے کا طنز بہت اچھے سے محسوس کیا۔

"اور تم مجھے یہ بتانا چاہ رہے ہو کہ مجھے اپنی بیٹی سے پیار نہیں ہے۔ آر یو ریئلی سیریس؟"

انھوں نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ ابان مسکرایا، طنزیہ مسکراہٹ۔

"جن سے پیار کرتے ہیں ان سے بس پیار ہی کرتے ہیں، سب کے سامنے ان کی خامیوں کو ڈسکس نہیں کرتے۔ ایک محفل میں بیٹھ کر ان سے باز پرس نہیں کرتے۔ وہ آپ کی اولاد ہے، لیکن آپ سب کے سامنے اسے بے عزت کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔"

کچھ روز پہلے کا ڈنر اور بتول کی پھیکی رنگت اس کی نظروں کے سامنے گھوم گئی۔ اسے بے اختیار ملال ہوا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اوہ! تو اب تم مجھے پیرنٹنگ سکھاؤ گے۔ ہاں؟"

ان کا لہجہ مدافعانہ تھا۔ انھیں بلکل اچھا نہیں لگا تھا۔

"نہیں،یار۔میں جانتا ہوں کہ وہ آپ کی بیٹی ہے اور یقیناً آپ اس سے بہت پیار کرتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کو اس کی چوائسز سے مسئلہ ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ سب کے سامنے اس پر سوال اٹھائیں۔۔۔"

"یہ میری بیٹی اور میرا معاملہ ہے۔۔"

"تو پھر آپ یہ معاملہ خود تک اور اپنی بیٹی تک ہی محدود رکھیں۔دوسرے لوگوں کے سامنے اسے انسلٹ نہ کریں۔"

وہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔اپنی نظریں جھکا لیں۔کمرے کی فضا میں یکدم ہی خاموشی چھا گئی۔حسن علی مغل اسے گہری جانچتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں لیکن کچھ سمجھ نہ آرہا ہو۔ابان نے چہرہ اٹھایا تو وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"میں صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اس روز آپ نے بتول کو میرے سامنے انسلٹ کیا تھا اور اسے بہت برا لگا تھا۔یہ چیز میں نے نوٹ کی تھی۔"

اسے یکدم یاد آیا وہ دونوں کسی اور موضوع پر بات کر رہے تھے۔ اس لیے بتول کے بارے میں بات کر کے شاید غلط کیا تھا۔

"اٹس اوکے۔ میں تمھیں اپنے شئیرز بیچنے کے لئے تیار ہوں۔"

وہ کچھ سوچتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ ابان کی آنکھیں یکدم چمکیں۔ لب مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔ لیکن پھر کسی سوچ کے تحت اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"لیکن آپ نے کہا کہ بتول۔۔"

اس نے ارادی طور پر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"میں نے اپنا ارادہ بدل لیا ہے۔ اور میرا نہیں خیال کہ بتول کسی ایسے شخص سے جیلس ہو گی جسے اس کے بھرم کی اتنی پرواہ ہے۔"

ابان نے کچھ نہ کہا۔ محض سر ہلا دیا۔ پھر چہرہ جھکائے فائل کے صفحات گردانے لگا۔

"تم رات کو فنکشن پر آرہے ہو نا؟ درانی صاحب کی بیٹی کی شادی ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے مصروف سے انداز میں سر اثبات میں ہلایا۔ لیکن چہرہ نہ اٹھایا۔ حسن علی اسے ہنوز دیکھ رہے تھے۔ اس کی جھکے ہوئے سر کو، حرکت کرتی انگلیوں کو۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھے۔ ابان کے کندھے کو ہلکا سا تھپتھپایا۔

"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ جہاں بتول ہو وہاں ہر کوئی آؤٹ شائن ہو سکتا ہے سوائے تمھارے۔ تمھاری شخصیت کی اپنی ہی چمک ہے۔"

ابان نے چہرہ اٹھایا۔ پھر سوالیہ انداز میں اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

"خیر ہے، ایسی تعریف؟"

حسن علی محض مسکرائے۔ پھر کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے چلے گئے۔

"مجھے مس بتول کی موجودگی کی وجہ سے آؤٹ شائن ہونے پر کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

حسن علی مغل گلاس ڈور کے نزدیک لمحے بھر کے لئے رکے۔ ان کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔ لیکن کوئی بھی جواب دیے بغیر وہ چلے گئے۔ پیچھے ابان احمد کسی گہری سوچ میں تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

حسن علی نے کہا کہ کچھ عرصے تک بتول بزنس سنبھالے گی۔۔۔اگر ایسا ہوا تو۔۔۔یقیناً اس کے لئے مشکلات کھڑی ہو جائیں گی۔وہ سر جھٹکتے ہوئے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

.....

وہ اس وقت اوپن ائیر کچن میں کھڑی تھی۔ صبح والے لباس میں ملبوس،بالوں کا رف سا جوڑا بنائے،دوپٹہ لاؤنج میں رکھے صوفے پر پڑا تھا۔وہ کٹنگ بورڈ پر چہرہ جھکائے،ہاتھوں میں چھڑی تھامے گاجر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر رہی تھی۔

لاؤنج میں اس وقت کوئی بھی موجود نہ تھا۔ پھوپھو اور اماں شاپنگ مال گئی تھیں۔علیزہ اپنے کمرے میں تھی اور دادا اس وقت اسٹڈی میں بیٹھے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہونگے۔

کچھ دیر گزری تو کچن سے ملحق لاونج میں کوئی داخل ہوا۔بتول خاموشی سے اپنے کام میں مصروف تھی۔

"کزن، کیا کر رہی ہو؟"

لاؤنج سے آتی آواز پر اس کے متحرک ہاتھ رکے،اس نے چہرہ نہ موڑا۔وہ پھر سے سبزیاں کاٹنے لگی۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں۔"

عبداللہ کچن کاؤں ٹر کے ساتھ پشت لگائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اب کے بتول نے چہرہ موڑا۔وہ ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس تھا۔بال گیلے تھے،چہرہ دھلا دھلایا سا۔وہ چہرے کے گرد جھولتی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے بولی۔

"بات کر سکتے ہیں تو دیکھ بھی سکتے ہیں۔سبزیاں کاٹ رہی ہوں۔"

بے رخی سے بات کرتی وہ پھر سے کام میں جت گئی۔

"اور بتول مغل کچن کا کام کر رہی ہے۔حیرت ہے۔"

اس کے تو سر پر لگی تلوؤں پر بجھی۔انتہائی غصے سے مڑ کر دیکھا۔

"کیوں، میں کچن میں کام نہیں کر سکتی کیا؟ مجھے منع ہے؟"

اس کے جواب پر عبداللہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ وہ بازو کو سینے پر باندھے اس کی طرف چہرہ کیے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"بلکل کر سکتی ہو۔ تمھارا کچن ہے۔ جب مرضی آؤ، جاؤ۔ میں تو بس یہ سوچ رہا تھا کہ بتول کچن میں کام تب کرتی ہے، سبزیاں اس وقت کاٹتی ہے۔"

وہ رکا، چولہے پر ابلتے گوشت کی طرف اشارہ کیا۔

"اور میکرونی اس وقت بناتی ہے، جب اسے اینگزائٹی ہو رہی ہوتی ہے۔ جب وہ بہت پریشان یا اداس ہوتی ہے۔ سو تمھیں اس وقت کیا پریشانی ہے، تم شئیر کر سکتی ہو۔"

وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا اور بتول مغل کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔ آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ سارے الفاظ ختم ہو گئے تھے۔ پھر یکایک اس کی آنکھوں میں طنزیہ تاثر واضح ہوا۔ اس نے ہمت مجتمع کی اور جب بولی تو لہجہ مضبوط تھا۔

"میں نے اتنے سال اپنے مسائل کسی کو نہیں بتائے۔ جو کیا، خود کیا۔ جب بھی کسی مسئلے میں پڑی، خود حل کیا۔ میرے تو ماں باپ کو بھی کبھی علم نہیں ہوا کہ میں کس حال میں ہوں۔ نہ ہی آج تک مجھ سے کسی دوست اور کزن نے پوچھا ہے کہ بتول تم کیسی ہو، کیا چل رہا ہے۔ اب مجھے اپنے مسائل اپنے تک رکھنے کی عادت ہو چکی ہے۔"

وہ رکی۔ چلتی سانسوں کو ہموار کرنے کی کوشش کی۔

"اور اب کوئی چار سال بعد آ کر مجھ سے کہے گا کہ تمھیں کوئی مسئلہ ہے تو مجھ سے شئیر کرو، تو آپ کو لگتا ہے میں کر لوں گی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کی بات میں گہرا طنز تھا کہ اتنے عرصے سے تو تمھیں یاد نہیں رہا کہ تمھاری کوئی کزن ہے ،اور یکدم تمھیں یاد آ گیا۔ آں کھوں میں زخمی سا تاثر ابھرا۔ عبداللہ اسے یونہی دیکھ رہا تھا۔ بغیر کسی تاثر کے۔ اس کی بات جاری کرنے کا منتظر۔

"مجھے اب میکرونی بنا کر اپنی اینگزائٹی پر قابو پانا آ گیا ہے۔ آپ کو فکر مند ہونے کی قطع کوئی ضرورت نہیں۔"

اس نے سر جھٹکا۔ اور دوبارہ سے سبزیاں کاٹنے لگی۔ گاجر کٹ چکی تھی۔ اب وہ شملہ مرچ چاپ کر رہی تھی۔

"تم ایسی تو نہ تھی۔ تم کتنی بدل گئی ہو۔"

"وقت بدل جاتا ہے تو لوگ بھی بدل جاتے ہیں۔ حالات بھی۔ آپ اس کی سب سے بڑی مثال ہیں۔"

اس نے چہرہ جھکائے جواب دیا۔ آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ ہاتھ کپکپانے لگے۔

"تم چائے میں چینی نہیں لیتی، کس وقت کیا بناتی ہو، کیا کرتی ہو، یہ سب مجھے حفظ ہے اور تم کہتی ہو کہ میں بدل گیا ہوں۔ تم کم از کم میرے بارے میں ایسا نہیں کہہ سکتی۔"

وہ بازو سینے پر لپیٹے سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"کہہ سکتی ہوں۔ بلکل کہہ سکتی ہوں۔"

اس نے چہرہ ہنوز جھکایا ہوا تھا۔

"یہ مجھ پر الزام ہے۔"

"یہ حقیقت ہے۔"

"حقیقت فریب ہے۔"

"حقیقت سچائی ہے۔"

دونوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی۔ عبداللہ چاہتا تھا وہ اس سے بات کرے، بتول چاہتی تھی وہ چلا جائے۔ وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ابھی نہیں۔

Clubb of Quality Content

"آپ کو کچھ چاہیئے؟"

اس نے یوں کہا کہ اگر نہیں چاہیئے تو آپ جا سکتے ہیں۔ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ عبداللہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس نے ابلے ہوئے گوشت کو پلیٹ میں نکالا۔ پھر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے لگی۔ اس کی پشت عبداللہ کی طرف تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے سے قاصر تھے۔

"میں سپین سے پاکستان اس لئے نہیں آیا تھا تا کہ روٹھے ہوئے لوگوں کو مناؤں۔"

"آہ! تو نہ منائیں، کون روٹھا ہے آپ سے۔ بلکہ آپ آتے ہی نہ، کس نے کہا تھا آپ سے۔"

"میں یقین نہیں کر سکتا کہ میرے سامنے وہ لڑکی کھڑی ہے جو میری ایک پکار پر ہاں کرتی تھی، میرے لیے ہمیشہ حاضر رہتی تھی۔ تم وہی ہو، بتول۔"

"اوہ! تو آپ کو کچھ یاد بھی ہے۔ مجھے لگا آپ کو لانگ ٹرم میموری لاس کا مسئلہ ہے۔"

وہ استہزائیہ انداز میں ہنسنے لگی۔ ابلی سبزیوں اور گوشت کو ادھورا چھوڑا وہ اس کے لیے ہنسنے لگی جس نے اسے رونا سکھایا تھا۔ لیکن اسی شخص نے تو اسے غم کے دنوں میں روں ابھی سکھایا تھا۔۔ کیا بتول مغل واقعی بھول گئی تھی؟ ہنستے ہنستے یکدم رکی۔ پھر دو قدم مزید چل کر عبداللہ کے قریب آئی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"مجھے لگتا ہے کہ ہم دوسروں کی ایک پکار پر جواب دے کر بہت بڑی غلطی کر دیتے ہیں۔ میں نے بھی کر دی ہو شاید۔ جب دوسرے ہماری پکار پر جواب دینے لگیں تو ہمیں لگتا ہے

کہ یہ وقت ایسا ہی رہے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ پکار پر ہاں کہنا جتنا آسان ہے اس سے کئی گنا زیادہ آسان اس پکار پر "ن" کہنا ہے۔"

عبداللہ نے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے اس کو دیکھا۔ اس کی نظروں میں افسوس تھا۔ اسے واقع دکھ ہوا تھا۔ وہ کم از کم ایسا جواب اپنے سامنے کھڑی لڑکی سے توقع نہیں کر سکتا تھا، وہ بھی اپنی لئے۔ یہ سب بتول مغل کہے اور عبداللہ کے لیے؟

"لیکن مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تمھاری آنکھیں تمھاری باتوں کا ساتھ نہیں دے رہیں۔"

اس نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔ اپنی دونوں ٹاں گیں نیچے لٹکا رکھی تھیں، جنھیں وہ دھیرے دھیرے جھلا رہا تھا۔ اس کی بات پر بتول کی رنگت متغیر ہوئی۔ کیا اسے جاننا اتنا آسان تھا؟ ہاں! عبداللہ کے لیے۔

"آنکھوں کو مت دیکھیں، وہ دھوکہ دیتی ہیں۔"

وہ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی اپنی آنکھیں اسے دھوکہ دے رہی تھیں۔ یوں کسی کے سامنے دل کا حال آشکار کرتے ہوئے۔

"اور جو الفاظ کہتے ہیں، بس وہی سچائی ہوتی ہے۔"

"ہاں!"

عبداللہ کے دل کو دھکا سا لگا لیکن وہ خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔ ماحول میں سوگواریت سی چھانے لگی۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ خاموشی بولتی رہی۔

"کیا ہم دونوں کچھ عرصے کے لیے دوست نہیں بن سکتے۔ بس کچھ عرصے کے لیے۔ پھر میں واپس چلا جاؤں گا۔ جہاں سے آیا ہوں وہاں چلا جاؤں گا۔ اور میں نہیں جانتا کہ تم مجھ سے اتنی روڈ اور اکھڑ کیوں ہو۔ کوئی وجہ ہے تو بتا دو۔"

اور بتول مغل کے لیے اس دنیا کے سارے الفاظ پنوں سے مٹا دیے گئے۔ ہر بات ذہن سے محو ہوتی گئی۔ وہ بے یقینی سے اپنی سامنے بیٹھے شخص کو دیکھ کر رہ گئی۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اس انگوٹھی کا کیا جو وہ چار سال پہلے اپنے نام کی اسے پہنا کر گیا تھا۔ اس نام کا کیا، جسے دینے کا عہد وہ کر کے گیا تھا۔ وہ چلا جائے گا، تو وہ یہاں کیا کرے گی۔ اپنے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

قدموں میں کھڑا ہونا محال تھا،اسے روبرو دیکھنا اس سے بھی زیادہ مشکل۔اسے جواب دینا،اس کی آنکھوں میں دیکھنا تو گویا قیامت تھا۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں،بتول۔تم فریز کیوں ہو جاتی ہو۔"

وہ اس کی آں کھوں کے آگے ہاتھ ہلاتا ہوا کہنے لگا۔بتول الٹے پیروں پیچھے ہٹی۔پھر رخ موڑ لیا۔کٹنگ بورڈ پر چھڑی چلانے لگی۔اسے لگا وہ اپنی انگلیاں کاٹ لے گی۔اس نے چھڑی چھوڑ دی۔

"اگر تم رات کے فنکشن میں میری وجہ سے نہیں جا رہی تو پھر میں رک جاتا ہوں۔میں نہیں جاتا۔اب کیا تم ہر اس جگہ نہیں جاؤ گی جہاں میں جاؤں گا۔"

اس نے سلیب کے دونوں کناروں کو زور سے تھاما۔لبوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیا۔آنکھوں کی نمی پلکوں کی بار پر ٹھہر گئی۔وہ بھی اپنی جگہ ٹھہر گئی۔

"پھر میں چلا جاؤں گا۔جہاں سے آیا ہوں وہاں چلا جاؤں گا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ایسا کیسے کہہ سکتا تھا۔ اس انگوٹھی کا کیا جسے اس نے ہر وقت اپنے ساتھ سائے کی طرح رکھا تھا۔ ان خیالات کا کیا جو وہ اس کے بارے میں سوچتی تھی۔ سب مٹی، سب پانی۔

اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ تو وہ وہاں نہیں تھا۔ وہ کہیں نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ یہی تو کرتا تھا۔ جب اس کی ہمت جواب دینے لگتی تھی، عبداللہ ہمشتہ چھوڑ کر چلا جاتا تھا۔ اس کو عادت ہو جانی چاہیے تھی، لیکن نہیں ہوئی تھی۔ اس کا جانا ہمیشہ کی طرح برا لگا۔ پھر اس نے گہرا لمبا سانس بھرا۔ اپنا بایاں ہاتھ نظروں کے سامنے کیا۔ وہ اس بارے میں اب پھوپھو سے بات کرے گی۔ وہ سب سے بات کرے گی۔ عبداللہ اس کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔ ہرگز نہیں۔ اس کے خیالات غلط ثابت ہوں گے، اس خدشات رائیگاں جائیں گے۔ اسے یقین تھا۔ اس لمحے بتول مغل محض یہ جانتی تھی کہ اگر عبداللہ نے کبھی کسی لڑکی سے "محبت" کی تھی تو وہ لڑکی وہ خود تھی۔ اور وہ غلط تھی۔ وہ بھی عام لڑکیوں کی طرح "خوش فہم" تھی۔

.....

یہ ایک نجی سکول کا منظر ہے۔ پلے گراونڈ کی سبز گھاس سورج کی روشنی کی وجہ سے چمک رہی تھی۔ راہداری سے مڑتے ہی سامنے سٹاف روم تھا۔ دروازے کے اس پار بڑا سا ہال نما کمرہ تھا۔ کمرے میں اے سی کی ہڈیوں کو جما دے والی ٹھنڈک پھیلی تھی۔ کمرے کے اندر شیشے کے لمبے میز تھے جن کے گرد آرام دہ کرسیاں تھیں۔ ان ہی ایک کرسی پر ارسا بیٹھی تھی۔ نگاہوں کے سامنے میز کی سطح پر مارکنگ کرنے کے لیے کاپیاں رکھی تھیں۔

کمرے میں موجود ہر ٹیچر اپنے اپنے کام میں مصروف تھی۔ کچھ چائے پی رہی تھیں، کچھ لنچ کر رہی تھیں۔ لیکن ارسا، وہ کچھ نہیں کر رہی تھی۔ اس کے سامنے چائے کا مگ دھرا تھا، جس سے نکلتا ہوا دھواں دم توڑ گیا تھا۔ چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ اس کے ہاتھ میں قلم تھا، لیکن صرف ہاتھ میں ہی تھا۔ وہ اسے استعمال نہیں کر رہی تھی۔ گود میں دھرے موبائل کی اسکرین روشن تھی۔ اس میں وہی ار کا ئیو چیٹ کھلی تھی۔ وہ اسکرین کی طرف گھورتے ہوئے جواب کی منتظر تھی۔ اس کی طرف سے کئی پیغام جا چکے تھے، لیکن نشان نیلے نہیں ہوئے تھے۔ یعنی اس کے پیغام پڑھے نہیں گئے تھے، نظر انداز کئے گئے تھے۔

وہ اضطرابی انداز میں اپنے پاؤں جھلاتی ہوئی ارد گرد سے یکسر بے نیاز لگتی تھی۔

"مس ارسا! ایکسیوز می؟"

پاس رکھی کرسی پر بیٹھی ٹیچر نے اسے تیسری مرتبہ مخاطب کیا۔ وہ یکدم چونکی۔ چہرے پر نا سمجھی کے تاثرات تھے۔

"جی؟"

اس نے چہرہ اٹھایا۔ سفید حجاب کے ہالے میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ ہلکے پیلے رنگ کی شلوار قمیض کے ساتھ ہم رنگ دوپٹہ کندھوں پر لے رکھا تھا۔

"میں آپ کو کافی مرتبہ بلا چکی ہوں، آر یو او کے؟"

اس کے ساتھ بیٹھی ٹیچر تشویش سے پوچھ رہی تھیں۔ ارسا نے بمشکل مسکراہٹ سجائی۔ موبائل کی اسکرین بجھادی۔

"جی۔ جی۔۔ آئی ایم فائن۔ ویسے ہی کچھ ضروری کام تھا۔ آپ بولیں۔"

اس نے عجلت میں اپنے سامنے پڑی کاپیاں سمیٹیں۔ قلم ایک طرف رکھا۔ پھر پوری کی پوری دوسری جانب گھومی۔

"آپ کو پرنسپل بلا رہی تھیں، کافی دیر سے۔ جا کر بات سن لیں۔"

ٹیچر کہہ کر خاموش ہو گئی اور وہ بیٹھی رہی۔ پھر دھیرے سے اپنی جگہ سے اٹھی۔ اس کے انداز میں سستی اور لاپرواہی تھی۔ یقیناً اگر اس کی جگہ کوئی اور ٹیچر ہوتی تو پرنسپل کی بات سننے فوراً بھاگی جاتی، لیکن وہ آرام آرام سے چلنے لگی، جیسے جانتی ہو کیا بات کرنی تھی۔ البتہ موبائل اپنی جگہ پر رہنے دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سٹاف روم سے نکل کر لمبی راہداری کے کونے میں پرنسپل آفس تھا۔ آفس میں پہنچ کر وہ اجازت مانگتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ پرنسپل اپنی کرسی میں بیٹھی شاید اسی کے منتظر تھیں۔ اس نے اندر قدم اندر رکھا۔ وسیع اور پر تعیش سا آفس، دیوار گیر کھڑکیوں سے دوپہر کی روشنی چھن کر آتی اندر پھیل رہی تھی۔ وہ اندر داخل ہوتے ہی پاور چیئر کے سامنے والی کرسی پر بیٹھی۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھی۔

"کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟"

اس کی سماعت پر ڈاکٹر مہرب کی دھیمی سے آواز ٹکرائی تو اس نے چونک کر دیکھا، پھر فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"میں آپ سے ناراض ہو سکتی ہوں بھلا۔"

وہ مدھم سا مسکرائی۔ ڈاکٹر محرب مسکرا بھی نہ سکی۔

"ارسا دیکھو!" وہ دونوں ہاتھوں کو باہم ملائے ذرا آگے کو ہوئیں۔ پھر گہری جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں نے تمھیں جھوٹ بول کر کلینک نہیں بلوایا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ تم مجھ سے بات کرو۔ جب میں ہزاروں لڑکیوں کے مسائل حل کر سکتی ہوں تو پھر اس لڑکی کو اسے مسئلے میں دیکھ کر مجھے تکلیف ہوتی ہے جو میری اتنی پیاری دوست ہے۔"

Clubb of Quality Content

انھوں نے ارسا کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ چہرہ جھکا گئی۔ وہ محض سن رہی تھی، جواب نہیں دے رہی تھی۔ سر بھی نہیں ہلا رہی تھی۔

"میں جانتی تھی کہ تم مجھ سے خود بات نہیں کرو گی، لیکن مجھے اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ تم کس مسئلے میں ہو۔"

ان کے لہجے میں نرمی تھی، چہرے پر ہمدردی۔

"محبت مسئلہ ں ہیں، محبت حقیقت ہے۔"

اس نے دلیل دینا چاہی۔ ڈاکٹر مہرب ہلکا سا مسکرائی۔

"اور یہ محبت نہیں ہے، جس کا تم شکار ہو۔"

"دنیا میں ہزار لڑکیوں کو محبت ہوتی ہے۔ اگر مجھے بھی ہو گئی ہے تو کیا ہوا؟ میں ایک شخص کو پسند کرتی ہوں۔"

وہ رکی۔ خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری۔ دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔

"اور وہ مجھے پسند کرتا ہے۔ میں اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں،اس میں برائی کیا ہے؟"

اس نے اپنا چہرہ اٹھایا۔

"محبت وہ نہیں ہے جو انسان کو بے چین کیے رکھتی ہے، محبت کی پہچان یہ ہے کہ وہ انسان کو مطمئن رکھے۔ محبت وہ ہوتی ہے جو انسان کو محفوظ رکھتی ہے نہ کہ کچھ چھن جانے کے خوف میں مبتلا۔"

ارسا کے دل و دماغ نے اعتراف کیا کہ اگر واقعی یہ محبت ہوتی ہے تو پھر یہ "محبت" نہیں تھی جو اسے ہوئی تھی۔ یہ کچھ اور تھا، لیکن کیا؟ وہ کیوں اتنی مضطرب تھی آخر۔

وہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔ ارسا کے بولنے کی منتظر۔

"میں تم سے سکول میں بات نہیں کر سکتی۔ اس لیے کلینک بلا لیا۔ کیا غلط کیا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ نے کچھ غلط نہیں کیا۔ غلط تو میں نے کیا ہے۔ بہت غلط کر لیا ہے۔ آپ نہیں جانتیں کہ ہم مڈل کلاس لڑکیاں محبت جیسی بلا نہیں پال سکتیں۔ ہم لڑکے نہیں ہیں جنھیں سب معاف ہوتا ہے۔ ہم لڑکیاں ہیں،عام سی غلطی جان لے لیتی ہے۔"

وہ کہہ کر اپنی انگلیاں چٹخانے لگی،اپنے پاؤں جھلانے لگی۔ آفس روم کی ٹھنڈک حرارت میں بدل رہی تھی۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ حلق خشک ہو رہا تھا،کانٹے چبھ رہے تھے۔

"تمھیں کس چیز کا گلٹ ہے۔ تم جس کیفیت میں ہو اس کا گلٹ نہیں کیا جاتا۔علاج کیا جاتا ہے۔"

"مطلب؟"

اس نے اچنبھے سے دیکھا۔چہرے پر کئی حکایتیں درج تھیں۔دل میں کئی اندیشے تھے۔ لیکن اس نے یوں ظاہر کیا جیسے۔۔۔یہ کوئی معمولی سی بات ہو۔

"بیماری لگنے پر انسان کو شرمندہ نہیں ہونا چاہیئے۔علاج کرنا چاہیئے۔اور خدا نے نہیں اتارا کوئی مرض،اس کی شفا کے بغیر۔دنیا میں ہر مرض کا علاج موجود ہے سوائے بڑھاپے کے۔"

"آپ مجھے بیمار کہہ رہی ہیں۔"

کمرے سے باہر گھنٹی بجی تھی۔جس کی آواز اندر تک سنائی گئی۔چھٹی ہو گئی تھی۔۔اسے گھر جانا تھا۔

تمھیں کس چیز کا گلٹ ہے۔تم گلٹی کیوں ہو؟"

ڈاکٹر مہرب نے اس کا سوال نظر انداز کیا۔ان کو اپنا جواب جاننا تھا جو زیادہ ضروری تھی۔

"میں۔۔گلٹی نہیں ہوں۔"

"تم گلٹی ہو۔اسی لیے بار بار کہتی ہو کہ تمہیں وہ نہیں کرنا چاہیے تھا جو تم نے کیا۔۔تم ایسا کیوں سمجھتی ہو۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں بیمار بھی نہیں ہوں۔ مجھے دوبارہ بیمار مت کہیے گا۔"

اس نے نرمی سے حد واضح کی۔ لیکن سامنے بیٹھی لڑکی، جو انسانوں کی ہمدرد تھی، انسانیت کا مسیحا تھی، وہ خاموش نہیں رہ سکتی تھی۔

"تم گلٹی کیوں ہے۔؟"

سوال دہرایا گیا۔ جواب تیار تھا لیکن زبان پر لانے کی ہمت نہ تھی۔ ارسا نے اپنا چہرہ جھکا لیا۔ میز کی سطح کو غور سے دیکھا۔ اپنی سمجھ سے بالاتر کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کی۔ پھر اپنا چہرہ اٹھایا۔ اور جب بولی تو ہر لفظ سے دل کی تکلیف عیاں تھی۔

"ہاں! میں گلٹی ہوں۔ میں بہت گلٹی ہوں۔ یہ ایک تعلق میرے دل کو کھا گیا ہے۔ میں ہر روز اللہ سے وعدہ کرتی ہوں، ہر روز اللہ سے کہتی ہوں کہ اب میں اپنا وعدہ نہیں توڑوں گی۔۔"

وہ رکی۔ آنکھوں کی نمی پھیلنے لگی۔ وہ بولتی گئی۔

"لیکن میں ہمیشہ اپنا وعدہ توڑ دیتی ہوں۔ میں اس شخص سے بات کرتی ہوں۔ بہانوں سے، جان بوجھ کر، مجھے اس سے اتنی محبت ہے کہ مجھے خود بھی نہیں اندازہ ہے۔ میں اس کے بغیر اپنے دن کا تصور نہیں کر سکتی۔ اور ایک وہ ہے۔۔۔ وہ کہتا ہے اسے مجھ سے محبت ہے۔"

آں سو آنکھوں سے اب کے چھلک ہی پڑے۔ وہ زور زور سے ٹانگیں ہلانے لگی۔ آں سو پر اختیار باقی نہ رہا، دل بھی بے اختیار ہو گیا۔ زبان سے نکلے الفاظ بھی۔

"اسے مجھ سے محبت ہے۔۔ میں جانتی ہوں لیکن میرا دل۔۔"

اس نے ہاتھ کی مٹھی سینے پر رکھی۔

"مجھے اس کی سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا چاہتا ہے۔ اور مجھے بہت گلٹ ہے۔ میں نمازیں پڑھتی ہوں، حجاب کرتی ہوں، قرآن بھی کبھی کبھی پڑھتی ہوں، مجھے گلٹ ہے کہ اللہ مجھ سے ناراض ہے۔۔ وہ میری عبادتوں کو قبول نہیں کرتا ہو گا۔"

وہ کہہ رہی تھی۔ دل تڑپ رہا تھا، دل سسک رہا تھا۔۔ لیکن وہ کہتی گئی۔ سامنے بیٹھی لڑکی اسے غور سے سنتی گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"مجھے ہر چیز کا گلٹ ہے۔ میں گلٹ میں آ کر کچھ روز اس سے بات نہیں کرتی۔۔ لیکن میرا دل اسی کی طرف رہتا ہے، میں کیا کروں۔۔ میں بار بار اس کی اسٹوریز دیکھتی ہوں۔۔۔ لیکن مجھے کہیں سکون نہیں ملتا۔۔"

اور پھر وہ چپ ہو گئی۔ الفاظ ختم ہو گئے۔ جو کہنا تھا کہہ چکی۔ باہر بچوں کے جانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ڈاکٹر مہرب اور ارسا یہاں بیٹھے رہے۔ ایک الفاظ ادا کر رہا تھا، دوسرا سن رہا تھا۔

"کیا تم یہ چاہو گی کہ تم اس سب سے نکل آؤ؟ میں تمھارا کانسنٹ لینا چاہتی ہوں۔ کیا تم کل سے شام کے ٹائم کلینک آؤ گی، سیشنز لینے۔"

ڈاکٹر مہرب اپنا سامان اٹھاتے ہوئے اٹھ رہی تھیں۔ وہ بھی ساتھ ہی اٹھی۔ اپنے آنسو صاف کیے۔ اور پھر اس نے سوچا۔ اس نے سوچا کہ وہ بیمار نہیں تھی۔

پھر اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ بیمار ہو۔۔ کیا اسے اپنی ہی بیماری کا علم نہ تھا۔ لیکن وہ یہ کیوں کرے گی، وہ سیشنز کیوں لے گی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ڈاکٹر مہرب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کیا تم۔۔؟

ارسا نے سر اثبات میں سر ہلایا۔

"میں کل سے آؤں گی۔"

"گڈ۔اور ارسا، میری بات یاد رکھو۔شرمندگی اور گلٹ کی بنا پر تم کوئی گناہ نہیں چھوڑ سکتی۔ تمھیں گلٹی نہیں ہونا۔اٹس اوکے۔ہم سب انسان ہیں اور سب سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ہم خود سے نفرت نہیں کر سکتے۔ہم خود کو ناپسند نہیں کر سکتے۔اگر ہم خود سے نفرت کریں گے تو ہم سے پیار کون کرے گا،ہاں؟"

وہ ایک خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے باہر چلی گئی۔۔اور ارسا پیچھے کھڑے ان کی کہہ باتوں پر غور کرتی گئی۔

"اگر ہم خود سے نفرت کریں گے تو ہم سے پیار کون کرے گا،ہاں؟"

پانچ سال قبل

وقت کا پہیہ گھمایا گیا اور ہم سفر کرتے ہوئے پانچ سال قبل کے دور میں داخل ہوتے ہیں۔ مغل محل میں ان دنوں محض خوشیاں تھیں۔ ہر کوئی زندگی سے مطمئن اور پر سکون تھا۔ لان میں اس وقت کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ بتول، دادا، اماں، ڈیڈ سب موجود تھے۔ بتول کی ساتھ والی کرسی میں ایک نوجوان بیٹھا تھا۔ دراز قد، چوڑے شانے، ورزشی جسم، خوبصورت آنکھیں۔ ہاں! وہ واقعی بتول کا بھائی تھا۔ بتول کا جسم بھرا بھرا اور گال اچھے خاصے پھولے ہوئے تھے۔ وہ ڈھیلی ڈھالی لمبی سے فراک میں ملبوس تھی۔ دوپٹہ گلے میں ڈال رکھا تھا۔ اس وقت گھر کے سارے افراد موجود تھے۔ سامنے میز پر چائے اور لوازمات پڑے تھے۔

"بتول! تمھارے ایگزام ہیں، تمھیں جا کر تیاری کرنی چاہیے۔"

شاہ میر مغل نے بتول کو دھیرے سے کہا۔ وہ ہلکا سا مسکرائی۔ اس کے پھولے گال بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ وہ دکھنے میں موٹی لگتی تھی۔

"میری تیاری ہو گئی ہے۔ ڈونٹ وری۔"

"پھر بھی تمھیں پڑھنا چاہیئے۔ جاؤ پڑھو۔"

"کیا ہے، میں نہیں جا رہی یار۔"

اس نے لاپرواہی سے کہا۔ ساتھ ہی کباب کا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈالا۔ چائے میں دو چمچ چینی مزید ڈالی۔

"یہ کیا تم دونوں کھسر پھسر کر رہے ہو، ہاں؟"

دادا نے دونوں کو آہستہ آواز میں بات کرتے دیکھا تو بول اٹھے۔ بھئی، دادا کے بغیر "کھسر پھسر" کرنا منع تھا۔ ان کو شامل کرنا لازمی تھا۔

"کچھ نہیں، میں اس سے کہہ رہا تھا کہ کم کھائے۔ کھا کھا کر بہت موٹی ہو گئی ہے۔ دیکھیں ابھی بھی کھائی جا رہی۔ آہ! میرا کباب بھی کھا لیا۔"

اسے صدمہ ہی تو لگ گیا تھا۔ بتول نے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"بھائی کو خود سمجھا لیں۔۔ یہ ہر وقت یہی کہتے رہتے ہیں۔"

اس نے اپنے ماں باپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کھلے دل سے شکایت کی۔ دادا نے بھی اس کی شکایت پر سر اثبات میں ہلایا۔ لان میں ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

"اس روز ہم کسی فنکشن پر تھے اور یہ کسی مہمان سے کہہ رہے تھے۔ "ڈونٹ مائنڈ، میری بہن کو کھانے کی بیماری ہے۔"

اس کی بات پر سب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ شاہ میر نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا۔

"آپ سب ہنس رہے ہیں۔۔ یار! میں سیریس بات کر رہی ہوں۔"

اس نے چائے کا گھونٹ بھرا۔ڈیڈ کو ملامتی نظروں سے دیکھا کہ آپ ہی کچھ کہہ دیں۔

البتہ!اپنی ماں کی طرف نہ دیکھا۔وہ اپنے بیٹے کو کچھ کہہ ہی نہ دیں۔

"اور دیکھو تم ابھی بھی کھائی جا رہی ہو۔بس کر دو۔اپنا وزن چیک کرواؤ تو تمھیں پتہ چلے،ہر ایک منٹ بعد تمھارا ایک کلو وزن بڑھ جاتا ہے۔"

شاہ میر ہونٹوں پر انگلیاں رکھے،اپنی مسکراہٹ ضبط کیے،اس سے کہہ رہا تھا۔

"اچھا بھئی،بس کرو۔کھانے دو اگر کھا رہی ہے تو۔"

حسن علی مغل نے گفتگو میں حصہ لینا مناسب سمجھا۔یہ وہ دن تھے جب باپ بیٹی کے تعلقات ویسے تھے جیسے ہونے چاہیئے تھے۔کوئی چپقلش،کوئی لڑائی اور دوریاں نہیں تھیں۔کہاں مغل خاندان میں اس وقت سکون تھا،خوشیاں تھیں،اطمینان تھا۔

کچھ دیر مزید سب ہلکی پھلکی گفتگو کرتے رہے۔بتول ٹس سے مس نہ ہوئی۔بھئی ایگزام تو ہر دوسرے تیسرے مہینے ہوتے رہتے تھے،اب کیا وہ کتابوں میں سر دیے بیٹھی رہے۔یہ چیزیں تو چلتی رہتی ہیں،کھانا نہیں رکنا چاہیے۔

کچھ دیر بعد شاہ میر کا موبائل تھر تھرانے لگا۔اس نے پینٹ کی جیب سے موبائل بر آمد کیا۔وہ ایکسیوز کرتا جگہ سے اٹھا اور کچھ دور جا کر کھڑا ہو گیا۔جہاں وہ صرف دکھائی دے رہا تھا،اس کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔بتول نے آں کھیں کھول کر سے دیکھا۔یہ پہلی مرتبہ تھا کہ بھائی نے محفل میں بیٹھ کر کال دوسری جگہ جا کر ریسیو کی ہو۔وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے اسی جانب دیکھ رہی تھی۔دادا اور ڈیڈ کاروباری معاملات ڈسکس کر رہے تھے۔اماں اندر جا چکی تھیں۔

وہ کچھ دیر بعد واپس آیا تو بتول نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"آہاں!کس کی کال تھی۔بڑے راز و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں۔"

اس نے مدھم آواز میں کہا۔شاہ میر چونکا۔پھر حیرت سے اسے دیکھا۔

"تم مجھے کہہ رہی ہو؟"

"نہیں دادا کو۔اب ان کی ہی تو عمر ہے لڑکیوں سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کی۔"

اس نے جل کر کہا۔شاہ میر مسکرایا تک نہیں۔

"شرم کرو میں تم سے سال سال بڑا ہوں۔"

اس کے سر پر چپت رسید کی۔

"تو کیا ہو گیا،ویسے کون تھی؟"

اب کے شاہ میر پورا کا پورا اس کی جانب گھوما۔بتول ایسے کہہ رہی تھی جیسے اس کو یقین ہو کہ کوئی "تھی۔"

"تمھیں پتہ بھی ہے کیا کہہ رہی ہو۔میرا دوست تھا۔"

اس نے بات گول کرنا چاہی۔بتول محض شرارتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"سچ سچ بتادیں ورنہ ابھی ڈیڈ کو بتادوں گی کہ کوئی "تھی۔"

شاہ میر نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔پھر تھوڑا سا اس کی جانب جھکا۔

"ڈیڈ کو کیا،پوری دنیا کو بتادو۔ڈرتا نہیں ہوں کسی سے۔"

ہلکی سی مسکراہٹ سے ساتھ کہا اور پیچھے ہو گیا۔ بتول ہکا بکا اسے دیکھ کر رہ گئی۔ مطلب واقعی کوئی تھی۔

" صحیح بات ہے، پیار کیا تو ڈرنا کیسا۔"

اس نے سر اثبات میں ہلا کر گویا یوں تائید کی جیسے وہ اسے موسم کا حال بتا رہا ہو۔ شاہ میر محض بڑبڑا کر رہ گیا۔ کچھ دیر گزری تو ڈیڈ اں در جا چکے تھے۔ بتول دادا کی طرف متوجہ ہوئی۔

"دادا! آپ کو پتہ ہے کوئی تھی۔"

شاہ میر نے اس کے بازو پر چٹکی کاٹی۔ وہ تڑپ کر رہ گئی۔

"کیا تھی، کون تھی،؟"

"کچھ نہیں، ابھی کچھ دیر پہلے وہاں کوئی چڑیا تھی۔"

شاہ میر نے جواب دیا۔ بتول نے نفی میں سر ہلایا۔

"سدھر جاؤ، تم۔ ہاتھی کی جانشین۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شاہ میر نے داں ت پیستے ہوئے جواب دیا۔ دادا بخوبی ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"یار! دادا۔ چھوڑیں وہ جو کوئی بھی" تھی۔ "بس یاد رکھیں کوئی تو تھی۔"

"کونسی پہیلیوں میں باتیں کر رہے ہو تم دونوں؟"

دادا کنفیوز نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ شاہ میر ٹانگیں جھلاتے ہوئے کہیں اور دیکھنے لگا۔ غلطی ہو گئی تھی کال ریسیو کر کے۔ وہ کال ہی کاٹ دیتا۔ یہی تو مسئلہ تھا وہ کال کاٹ ہی تو نہیں سکتا تھا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔ دادا۔ پہیلیوں میں باتیں تو کہیں اور ہو رہی تھیں۔ ہم سے کوئی کیوں کرے گا؟"

اس نے مصنوعی بے چارگی سے کہا۔ پھر زچ کرنے والی نظروں سے اپنے بھائی کی طرف دیکھا جو موبائل پر انگلیاں چلا رہا تھا۔

"چھوڑیں دادا۔ کہاناں کھا کھا کر اس کا دماغ موٹا ہو گیا ہے۔ ایویں اول فول تو بولتی رہتی ہے، بے چاری۔ اپنی بہن کی طرف سے میں معافی مانگتا ہوں۔"

اس نے شدید تپا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے دادا کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ بتول نے سامنے پڑی آلو کی چپس کی پلیٹ اٹھا۔ اپنے بھائی کے طنز کو کسی خاطر میں نہ لائی اور ایک ایک کر کے کھاتی گئی۔

"کل رات کو گرینڈ فنکشن ہے۔ تم سب تیار رہنا۔"

دادا نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا۔ شاہ میر پہلے سے جانتا تھا اور بتول۔۔۔ وہ تو خوشی کے مارے مسکرانے لگی۔

شاہ میر اپنی جگہ سے اٹھا۔ دادا بھی اٹھے۔ بتول ہنوز کھا رہی تھی۔

"میری بات سنو، کم کھاؤ اور زیادہ پڑھو۔"

وہ مزاق اڑانے والے انداز میں کہتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"بھائی!"

اس نے عقب سے پکارا۔ شاہ میر پلٹا۔ سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ویسے وہ کون تھی؟"

کہہ کر ساتھ ہی چہرہ موڑ لیا۔ شاہ میر تپ کر رہ گیا۔ کہا کچھ نہیں۔ سر جھٹکتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ وہ پیچھے خاموشی سے بیٹھی چپس کے دانے منہ میں ڈالتی۔ کچھ دیر گزری تو گھر کا صدر دروازہ کھلا۔ ہیوی بائیک کی آواز سنتے ہی وہ جان گئی تھی کہ کون ہو گا۔ دروازہ کھلا، کوئی اندر داخل ہوا۔ بتول نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ ہلایا اور ادھر آنے کا اشارہ کیا۔

سر سے ہیلمٹ اتارتے ہوئے عبداللہ اسی طرف آ گیا۔ نارنجی آسمان دھیرے دھیرے سرمئی ہو رہا تھا اور اسی آسمان تلے وہ دونوں موجود تھے۔

"ہیلو؟ عبداللہ بھائی۔ کیسے ہیں؟"

وہ بہت خوشدلی سے بولی تھی۔ساتھ ہی اپنا ہاتھ آگے بڑھایا جسے سامنے والے نے ناگواری سے دیکھا۔

"بتول صاحبہ!یہ ہیلو کیا ہوتا ہے؟سلام کرتے ہیں۔"

اس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہا اور عبداللہ اس کے سامنے بچھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تو کریں سلام۔کی کیوں نہیں؟"

اس نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔عبداللہ سفید ٹی شرٹ کے ساتھ ہم رنگ ٹراؤزر پہنے ہوئے تھا۔بال ماتھے پر بکھرے تھے۔

"خیر۔باقی سب کہاں ہیں۔؟"

"اندر۔"

اس نے چہرہ جھکائے جواب دیا۔ساتھ ہی اپنے بکھرے بالوں کو سمیٹنے کی کوشش کی۔

"اچھا بھئی!مزاق کر رہا تھا۔تم نے تو مائنڈ ہی کر لیا۔۔"

اس نے چہرہ نہ اٹھایا،ں۔ کوئی جواب دیا۔ عبداللہ خاموشی سے بیٹھا اسے دیکھے گیا۔

"ہیلو۔ مس بتول۔ کہاں غائب ہیں؟"

اب کے بتول نے چہرہ اٹھایا۔ ہلکا سا مسکرائی۔

"میں آپ کی باتوں کا مائنڈ نہیں کرتی۔"

مسکرا کر جواب دیا۔ پھر اسے چپس کھانے کی پیشکش کی جسے اس نے منع کیا۔

"اب ہر کسی کے تو اللہ تعالیٰ سے ایک ایکسٹرا معدہ اپنے اندر فٹ نہیں کروایا۔ جو تمھاری طرح ہر وقت کھاتا رہے۔"

اور بتول مغل کا پارہ چڑھ گیا۔ پہلے اپنا بھائی،اور اب یہ والا بھائی۔ وہ کس کس کے طعنے سہے۔

"دیکھیں،عبداللہ بھائی! مجھے لگتا ہے آپ یقیناً اتنی دور میرے کھانے پر اپنی رائے دینے نہیں آئے تھے۔ اس لیے اندر جائیں،اپنے رشتہ داروں سے ملیں۔ مجھے معاف رکھیں۔"

کہتے ساتھ ہی اپنی جگہ سے اٹھی۔ اور ہاتھ کے اشارے سے اسے بھی اندر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ بتول کے بال ہوا کی وجہ سے ہلکی ہلکے اڑتے ہوئے عبداللہ کے دائیں کندھے سے ٹکرا رہے تھے۔ عبداللہ نے محسوس کیا تو دونوں کے مابین تھوڑا فاصلہ قائم کرتے ہوئے چلنے لگا۔

"اگر اندر والے میرے رشتے دار ہیں، تو باہر والی کیا ہے؟"

اشارہ بتول کی طرف تھا جو گھر کے باہر تھی۔

"ڈائن، چریل، دشمن۔"

اس نے الفاظ گنوائے۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"وہ تو ہے۔"

وہ محض مسکرائی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ویسے سنا ہے کسی کے ایگزام ہو رہے ہیں اور اس کسی کو پڑھنے کے لیے وقت ہی نہیں مل رہا۔"

وہ دونوں لاونج میں پہنچ چکے تھے۔ دادا آرام سے بیٹھے ٹی وی میں چلتا کوئی پروگرام دیکھنے میں مصروف تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر چونکے پھر مسکراتے ہوئے عبداللہ سے ملے۔

"اور اس کسی کا دماغ آج کل بہت خراب ہے، اس لیے کسی بھی قسم کا طعنہ اور نصیحت کرنے سے باز رہیں ورنہ نتائج کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔"

وہ آرام سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ بتول بیٹھنے کی بجائے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

"کدھر؟"

عبداللہ نے اسے سیڑھیاں چڑھتے دیکھا تو پوچھا۔ وہ جو سیڑھیوں پر تھی، یکدم رکی۔ پھر پلٹی۔

"اس کسی کے پڑھنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔"

جتا کر کہا۔

"میں تو مزاق کر رہا تھا۔ تم نے فوراً سیریس لے لیا۔"

اس نے سنجیدگی سے کہا۔ آغا علی مغل ٹی وی کی طرف متوجہ تھے۔ ان کا دھیان ادھر نہ تھا۔

"آپ کو تو آپ کے گھر والے سیریس نہیں لیتے۔ میں کیوں لینے لگی۔"

پھر رکی۔

"آپ بیٹھیں۔ میں بھائی کو بھیجتی ہوئی۔"

وہ کہتی اوپر چلی گئی۔ اور عبداللہ اس کی پشت کو دیکھتا رہ گیا۔ وہ کچھ دیر اور رک جاتی تو کیا تھا؟

* * * * * * * * *

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ کچھ دنوں بعد کا واقعہ ہے۔اس وقت ہماری کہانی کی ضرورت ایک اوپن ائیر ریستوران میں بیٹھی لڑکی ہے۔ کئی پرسنل کیبنز کو چھوڑ کر اگر ہم ایک کونے پر رکھی کرسی میں بیٹھی لڑکی کی طرف دیکھیں تو وہ اضطرابی انداز میں اپنی ٹانگیں جھلا رہی تھی۔اس کی سبز کانچ جیسی آنکھوں میں اس وقت اکتاہٹ اور خفگی تھی۔ کیمرے کی آنکھ اگر اس پر نظر جمائے تو ایک خوبصورت لڑکی کو اپنے اندر مقید کرلے۔ گھنگریالے چھوٹے کٹے بال جو بیوٹی بون کو چھوتے تھے،ناک پر سونے کی لونگ چمک رہی تھی۔ سفید شلوار قمیض کے ساتھ اس نے ہم رنگ دوپٹہ سینے پر پھیلا رکھا تھا۔اجلی سفید رنگت کسی بھی میک اپ سے پاک تھی۔ لیکن وہ سراپا انتظار بنی بیٹھی تھی۔ بیرا اسے کئی مرتبہ آرڈر کا پوچھ چکا تھا جسے وہ شائستگی سے انکار کر کے تھک چکی تھی۔ وہ بار بار اپنی ٹانگیں جھلاتی،سامنے دیکھتی،سڑک پر چلتی گاڑیوں کی طرف جھانکتی لیکن وہ دکھائی نہ دیتا۔ کانٹوں اور چمچ کی آوازوں کے ساتھ مدھم آواز میں میوزک کی گونج بھی تھی۔ کچھ دیر گزری، پھر اس نے اپنی نظریں سامنے جمائیں۔ وہ یونہی دیکھتی رہی تو۔۔۔اسے سامنے سے آتا وہ دکھائی دیا۔سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس،بالوں کو

سلیقے سے سیٹ کیے،داہنے ہاتھ کی کلائی پر رسٹ واچ پہنے۔۔اسے ڈھونڈھتا ہوا۔امل نے اپنا ہاتھ ہلایا،اس نے دیکھا۔چہرے پر مانوسیت واضح ہوئی۔وہ اسی طرف چلتا ہوا آیا۔۔وہی دراز قد،چوڑے شانے اور خوبصورت نقوش والا شاہمیر مغل لمبے لمبے ڈگ بھرتا امل کے نزدیک جا رہا تھا۔وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا اور وہ سپاٹ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔سلام کے بعد وہ اس کے سامنے رکھی کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا۔

امل نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔

""میں نے سلام کیا ہے۔

اس کے خاموش رہنے پر شاہمیر نے کہا۔

""اچھا!تو تم یہاں سلام کرنے آئے ہو۔کال کر کے کہہ دیتے۔

وہ بھنائی ہوئی تھی۔شاہمیر کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔وہ لبوں پر انگلی رکھے اس کے سخت تاثرات دیکھتا رہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

" صحیح کہا۔ لیکن وہ کیا ہے نا کہ کال پر صرف سلام کی جا سکتی ہے، آپ کا پھولا ہوا چہرہ نہیں دیکھا جا سکتا کیونکہ فیس ٹائم سے تو الرجی ہے آپ کو۔"

وہ مسکراہٹ ضبط کئے، کہنی میز پر رکھے، اسے دیکھتے ہوئے محظوظ ہو رہا تھا۔

امل کے تاثرات ویسے ہی رہے۔

"اچھا نا بس کرو اب۔ میں میٹنگ میں تھا، اس لیے جلدی نہیں آسکا۔"

"تو تم مجھے یہ بتانا چاہ رہے ہو کہ تم مسٹر بزی پرائم منسٹر ہو اور میں تم سے ملاقات کی منتظر کوئی سرکاری ملازمہ۔ جو تم سے ملنے کے لیے باولی ہو رہی ہے۔"

"نہیں سر کار۔ ہم ہیں آپ کے ملازم اور آپ سے ملنے کے لیے بے تاب تھے۔"

اس کا انداز اور الفاظ ایسے تھے کہ ٹھوں ڈی برف پگھل جاتی، موم ڈھیر ہو جاتی لیکن امل۔۔۔ اس کے تاثرات ہنوز ویسے ہی رہے۔ الجھن اور کشمکش کا شکار۔

"""اور تم مجھ پر ہنس رہے ہو۔

شاہمیر سیدھا ہو بیٹھا۔ مطلب معاملہ سیریس تھا۔ وہ اتنی ناراض تو نہیں ہوتی تھی۔

امل شدید کوفت سے بولی۔ پھر موبائل کی اسکرین روشن کی۔ اور بے مقصد انگلیاں چلاتی رہی۔ اس کی ناک کی لونگ، بیوٹی بون کو چھوتے گھنگریالے خوبصورت بال، آنکھوں کی خفگی۔۔۔ شاہ میر نے غور سے اسے دیکھا، پھر چند پل مزید دیکھتا رہا۔

"""امل! کوئی مسئلہ ہے۔ ایوری تھنگ آل رائٹ؟

وہ پریشانی سے گویا ہوا۔ امل نے جواب نہ دیا۔

"امل! ہم یہاں بات کرنے آئے ہیں۔ موبائل تم گھر پر بھی استعمال کر سکتی ہو۔"

اس نے سنجیدگی سے کہا۔ اب کے امل نے چہرہ اٹھایا۔ موبائل کی اسکرین بجھادی۔

"""میں کون ہوں، تم کون ہو۔ ہم دونوں کون ہیں؟

وہ یوں کہہ رہی تھی جیسے کسی کشمکش میں مبتلا ہوا۔ جیسے کچھ سمجھنا چاہ رہی ہو۔ شاہمیر نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں شرارت ابھری۔

"ہم بندہ ناچیز آپ کے سرکاری ملازم اور آپ مس بزی پرائم منسٹر جس کے پاس ہم سے بات کرنے کے لیے وقت نہیں۔"

اس نے یوں کہا کہ ایک لمحے کے لیے امل کا غصہ غائب ہوا۔ آنکھوں کی خفگی ختم ہوئی اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس کے گھنگریالے بال گردن کی ہڈی کو چھوتے ہوئے اس کے ساتھ ہلتے گئے۔ شاہ میر مغل کے لیے اس لمحے اس ہنسی کی گونج اور سبز آنکھوں کی مسکراہٹ سے زیادہ پسندیدہ منظر کوئی نہ تھا۔ وہ اسے دیکھتا رہا، مسکراتا رہا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔ انگلیوں کو باہم پیوست کیے وہ ذرا آگے کو ہوا۔

"""تم کل کیوں نہیں آئی۔ سب آئے تھے۔ فنکشن تھا یار۔

اسے برا لگا تھا۔ کل پھپھو، عبداللہ، علیزہ سب آئے تھے۔ بس وہ نہیں آئی تھی۔

"""میرا دل نہیں کر رہا تھا۔

اس نے کہہ دیا۔ پھر وہ چہرہ موڑا ارد گرد دیکھنے لگی۔ کانٹوں اور چمچ کی آوازیں، لوگوں کی باتیں اور ان کی مسکراہٹیں، وہ سب دیکھتی رہی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

""امل! مسئلہ کیا ہے۔ تم شئیر کیوں نہیں کر رہی۔

اس نے چہرے کا رخ شاہمیر کی طرف کیا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میرا دل نہیں کر رہا۔ شاہ میر۔۔"

وہ پوری کی پوری اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ جواب طلب نظروں کے ساتھ۔

"میری اور عبداللہ کی لڑائی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی دوست سے ملنے کہیں جانا تھا۔ اس نے منع کر دیا۔ اماں نے کہا چلی جاؤ۔ میں چلی گئی۔۔ تو وہ ناراض ہو گیا۔"

شاہ میر نے خاموشی سے اسے سنا اور آخر میں اس کے چہرے پر بے یقینی اور حیرانگی تھی۔

""آئی کانٹ بلیو۔ عبداللہ اتنا کنزرویٹو ہے کیا؟

وہ تاسف سے بولا۔

"نہیں!وہ ایسا نہیں ہے۔ لیکن اب وہ ہو گیا ہے۔یا شاید شروع سے تھا،میں نے اب محسوس کیا ہے۔"

وہ آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔اس کے پہلو میں دھرے ہاتھ مضطرب تھے۔

"""واٹ از دی پوائنٹ؟

"بات یہ ہے کہ وہ ہم دونوں کے لیے کیسے مانے گا۔تم نے کسی سے بات بھی نہیں کی۔کب کرو گے؟اتنے رشتے آرہے ہیں میرے۔"

وہ پریشان تھی۔اور یہ پریشانی اس کے الفاظ سے عیاں تھی۔

"تم پریشان کیوں ہوتی ہو۔جب میں نے کہہ دیا ہے کہ سب دیکھ لوں گا تو اس کا مطلب ہے کہ میں سب دیکھ لوں گا۔تم اتنی پریشان کیوں ہوتی ہو یار۔"

وہ کچھ کہنے لگی تھی۔جب شاہمیر نے ہاتھ میں مینیو کارڈ لیتے ہوئے اسے خاموش کروایا۔

"""کیا کھانا ہے؟

اور امل کو اس کے سوال پر تپ چڑھ گئی۔

"میں یہاں کھانے نہیں آئی۔ ہم اتنی اہم بات کر رہے ہیں اور تم آرام سے پوچھ رہے ہو کہ کیا کھانا ہے۔ تمھاری زندگی کا واحد مسئلہ کھانا ہو گا، میری زندگی کا نہیں ہے۔ تم سمجھ کیوں نہیں رہے۔"

"اور تمھاری اور میری زندگی کے مسائل الگ کیسے ہو گئے۔ میرے مسائل میرے ہیں، لیکن تمھارے مسائل بھی میرے ہیں۔ جب میں نے کہہ دیا ہے تو کہہ دیا۔ تم کیوں پریشان ہو رہی ہو۔"

اس نے دو ٹوک لہجے میں کہا تو امل خاموش ہو گئی۔ کچھ دیر اسے بے مقصد دیکھتی رہی۔ چہرے کے تاثرات بہت بری طرح برہم تھے۔

"شاہمیر مغل! میری اور آپ کی زندگی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ میں نے اماں کو تمھارے اور اپنے بارے میں بتایا ہے۔ اور میں انھیں بتا کر آئی ہوں کہ تم سے ملنے جا رہی ہوں۔۔۔ لیکن یہ سب میں اپنے بھائی کو نہیں بتا سکتی۔ میں اسے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ہم اسی

ماحول میں بڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے گھر کے مردوں کے ذہن نہیں بدل سکتے۔ تم مجھے نہیں سمجھ سکتے۔ تم صرف آرام سے بیٹھ کر کھاؤ، پیو اور دیکھو جو دیکھنا ہے۔"

وہ اسے دیکھ رہی تھی جو آرام سے بیٹھا اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا ملاحظہ کر رہا تھا۔

پھر اس نے دونوں بازو سینے پر لپیٹے اور بہت مدھم آواز میں اس نے کہا۔

"""اچھا بتاؤ کیا چاہتی ہو تم۔ میں کیا کروں کہ تم خوش ہو جاؤ۔

"""ماموں اور ممانی سے ہمارے بارے میں بات کرو۔

جواب پہلے سے ہی تیار تھا۔

"""اوکے کر لوں گا۔ اور کچھ۔؟

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"ٹھیک ہے میں کچھ دنوں تک بات کر لوں گا۔ تم کیوں ٹینشن لے رہی ہو۔ ہم کزنز ہیں۔۔۔۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بلکل ہم کزنز ہیں اور ہم کیسے مل رہے ہیں۔ جیسے ہم نے کوئی چوری کی ہو۔ ہم کسی کو کچھ بتا نہیں سکتے۔۔۔ ہم کچھ کر نہیں سکتے۔ تم مجھ سے بات کرو۔ میں تم سے کرتی ہوں۔ ایک روز میرا رشتہ طے ہو جائے گا۔ پھر تم ماموزاد بھائی بن کر آنا اور میرے سر پر پیار دے کر مجھے رخصت کرنا۔"

نارنجی آسمان دھیرے دھیرے نیلا ہو رہا تھا۔ گلاس وال سے نظر آتی سڑک پر گاڑیاں دوڑ رہی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

""لاحول ولا قوۃ۔ اتنا خوفناک نقشہ کیوں کھینچ رہی ہو۔"

امل نے کوئی جواب نہ دیا۔ ان دونوں کے درمیان شیشے کی میز حائل تھی لیکن امل کو لگا کہ ان دونوں کے درمیان بہت کچھ حائل تھا۔ شیشے کی میز سے زیادہ مضبوط اور نازک۔

""لیکن مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔"

اور شاہمیر مغل کا دل شدت سے چاہا کہ اپنا سر دیوار سے دے مارے۔ وہ کیا چاہتی تھی آخر۔

"میں چاہتی ہوں بات ہو جائے، منگنی ہو جائے۔ شادی چار پانچ سال بعد ہوتی رہے گی۔"

""کوئی مجھ سے بھی پوچھ لے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ مُجھے پتہ ہے تم وہی چاہتے ہو جو میں چاہتی ہوں۔"

بیرا ان دونوں کے سامنے جوس سے بھرے شیشے کے گلاس رکھ کر جا چکا تھا۔ وہ اسٹرا گلاس میں ہلاتے ذرا آگے کو ہوا۔ ابرو اچکا کر گہری نظروں سے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا۔

""اور محترمہ کو اتنی خوش فہمیاں کیوں ہیں۔

"کیونکہ محترم نے یہ خوش فہمیاں خود پیدا کی ہیں۔"

شاہمیر اس کے جواب پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ امل مسکراتے ہوئے اسے دیکھے گئی۔ یہ منظر۔۔ اس شام کا سب سے کامل اور خوبصورت منظر تھا۔ آسمان کی نیلاہٹ، فضا میں ہلکی سی ہوا، پس منظر میں گونجتی مدھم موسیقی کی آواز۔۔۔۔ یہ سب خواب جیسا خوبصورت تھا۔

"ویسے ایک بات بتاؤ۔ پچھونے کوئی ری ایکشن نہیں دیا اور تمھیں مجھ سے ملنے آنے دیا؟"

وہ جوس کا گھونٹ بھرتی یکدم رکی۔

"کچھ خاص نہیں۔ انھیں بس اپنے بیٹے کے رد عمل کی فکر ہونے لگی تھی۔"

"اٹس اوکے۔ میں عبداللہ سے بات کر لوں گا۔"

"""دیکھتے ہیں۔

وہ چیلنجنگ انداز میں گویا ہوئی۔ ہاتھ سے آنکھوں کے سامنے آتی لٹ کو پیچھے اڑسا۔

"میں تمھیں ڈراپ کر دوں گا"

وہ موبائل اور والٹ جیب میں ڈال رہا تھا۔

"""بہت پیچھے ڈراپ کرنا۔ آگے تک میں خود چلی جاؤں گی۔

"کیوں یار! کزن ہوں۔ ماموں کا بیٹا ہوں۔ پھپھو سے ملاقات نہیں کر سکتا۔"

امل نے کھاجانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"پھپھو سے ملاقات کرنی ہے بھتیجے کو تو صرف پھپھو سے ملاقات کرنے اسپیشل آجائے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ دانت پیستے ہوئے، تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"اچھا! خیر میں بتا رہی ہوں۔ میں اتنی جلدی شادی نہیں کروں گی۔ یو آر جسٹ ٹو ئینٹی فائیو۔

"

وہ ایسے بولی جیسے وہ پچیس کا نہیں پانچ سال کا ہو۔ شاہمیر اسے صدمے سے دیکھ کر رہ گیا۔

"تو اگر تمھیں کسی پچاس سال کے بوڑھے سے شادی کرنی ہے تو پھر میں پچیس سال مزید انتظار کر لیتا ہوں۔"

اور اس کے یوں فی الفور کہہ دینے پر امل چند پل اسے خاموش نظر سے ٹھہر کر دیکھنے لگی ۔ جیسے یقین نہ آیا ہو کہ اس نے کیا کہا ہے۔ وہ گال تلے ہتھیلی رکھے اسے محویت سے تکتی رہی۔

"""یو لو میں دیٹ مچ؟

اس نے یوں کہا جیسے شاہمیر اس کے لیے آسمان سے تارے واقعی لے آیا ہو۔

"""تمھیں کیا لگتا ہے؟

مدھم موسیقی کی آواز تیز ہو چکی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

"پتہ نہیں۔۔۔ مجھے کچھ نہیں لگتا۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے یہ سب پانی کا بلبلہ ہے اور سب ختم ہو جائے گا۔ مجھے لگتا ہے ہم دونوں لاحاصل کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ دنیا میں ہر روز لاکھوں جوڑے محبت کی شادی کرتے ہیں لیکن پتہ نہیں مجھے اچھی وائب نہیں آتی۔"

وہ چہرہ جھکائے، انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اگر وہ شاہمیر مغل کی اڑتی رنگت اور تاثرات ایک نظر دیکھ لیتی تو یقیناً اپنی بات مکمل نہ کرتی۔ اس نے نظر اٹھائی اور پھر اسے احساس ہوا کہ وہ شاید غلط کہہ چکی تھی۔

سامنے بیٹھا فرد فوراً اپنی جگہ سے اٹھا۔ وہ ہونق بنی دیکھتی رہی۔ پہلے پہل اسے سمجھ نہ آیا کہ یہ ہوا کیا ہے اور پھر جب سمجھ آیا تو فوراً اس کے پیچھے گئی۔

"""شاہ میر۔۔۔ میری بات تو سنو۔

وہ اپنے عقب سے آتی آواز کو نظر انداز کرتے ہوئے لمبے لمبے ڈگ بھرتے جا رہا تھا۔

"شاہ میر۔۔۔ آئی ایم سوری۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

آخر میں اس کی آواز بھرائی تھی۔ شاہمیر فوراً پلٹا۔ امل کی آنکھوں میں پانی جمع ہو گیا تھا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تمھیں کچھ نہیں کہہ رہی تھی۔ میں۔۔۔ میں اپنی بات کر رہی تھی"

وہ وضاحت دینے والے انداز میں کہنے لگی۔ شاہمیر اس کے قریب گیا۔

"تمھیں مجھ پر ذرا برابر یقین نہیں ہے۔ تم ہمارے بارے میں ایسا کیسے کہہ سکتی ہو۔"

وہ ہلکی مدھم آواز میں کہہ رہا تھا۔ دونوں سیڑھیوں پر کھڑے تھے۔ امل، شاہمیر سے دو زینے اوپر۔

"آئی سوئیر۔۔ میں تمھیں نہیں کہہ رہی تھی۔

آنکھوں میں مزید پانی جمع ہونے لگا۔ شاہمیر نے اپنا چہرہ پھیرا۔

"امل!ڈونٹ کرائے۔اس میں رونے والی بات نہیں ہے۔اور دیکھو سب دیکھ رہے ہیں۔"

"تو جب تم مجھے اوپر چھوڑ کر آئے تھے تب سب نہیں دیکھ رہے تھے کیا؟"

"گاڑی میں چلو۔باقی بات وہاں ہو گی۔

شاہمیر نے اس کی آنسو سے بھری آنکھیں دیکھ کر کہا۔وہ وہیں کھڑی رہی۔

"میں نہیں جا رہی تمھارے ساتھ۔۔ایسے ہی مجھے درمیان میں چھوڑ کر چلے جاؤ گے تم"

شاہ میر نے اسی کی کلائی پکڑی اور اسے ساتھ لیے چلنے لگا۔وہ کسی بھی مزاحمت کے بغیر چلنے لگی۔لیکن اس کا وجود شعلوں کی زد میں آیا تھا۔

"میں عبداللہ کو کال کر دوں گی۔وہ آجائے گا مجھے لینے۔تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گی"

"اچھا اور اپنے بھائی سے کیا کہو گی۔اس ریستوران میں تم کیا کرنے آئی ہو۔وہ تم سے پھر ناراض ہو جائے گا کہ اسے بتائے بغیر یہاں آگئی ہو۔"

وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔امل کو اس کی بات بری طرح چبھی۔

"یہ میرے بھائی کا اور میرا مسئلہ ہے۔تم دور رہو۔آئی سمجھ

""اوکے فائن۔گاڑی میں بیٹھو۔

""میں نہیں جا رہی تمھارے ساتھ۔

وہ دونوں گاڑی کے دروازے کے باہر کھڑے تھے۔

""امل یار!بیٹھ جاؤ نا۔کیوں تنگ کر رہی ہو۔

""میری کلائی چھوڑو گے تو بیٹھوں گی نا

اور شاہمیر مغل فوراً گڑبڑا کر رہ گیا۔فوراً سے پہلے اس کی کلائی آزاد کی۔پھر پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا۔وہ بیٹھ گئی تو دروازہ بند کرتے ہوئے دوسری طرف گیا۔وہ دونوں گاڑی کے اندر بیٹھ چکے تھے۔دروازے بند ہوئے۔گاڑی سڑک پر دھول اڑاتی ہوئی چلنے لگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ دھول ہر جانب پھیل گئی، نظریں دھندلا گئیں۔ امل ٹھیک کہتی تھی سب پانی کا بلبلہ تھا۔ اور وہ پانی کا بلبلہ یکدم پھٹ گیا۔ مغل خاندان کے ہر فرد کے ذہن میں نقش یادداشت کے ٹکرے منظر پر غالب آئے اور ہماری کہانی کا مرکز اس وقت ایک ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا کاغذ ہے۔ جس پر چند سطور موت کی داستان سناتی ہیں۔

اگر روشنی کو بڑھا کر اس کاغذ کو غور سے دیکھو تو وہاں درج تھا۔

"میں نے اپنی زندگی میں شاہمیر مغل سے زیادہ محبت کسی سے نہیں کی۔ لیکن برے لوگوں سے محبت ہو جانا انسان کی غلطی نہیں بلکہ اس کا بخت ہوتا ہے۔ میں اس محبت کی خاطر اپنی جان دیتی ہوں۔ شاہ میر! امل تمھارے لیے جان دیتی ہے۔ تمھیں تمھاری بے وفائی مبارک ہو۔ تمھیں تمھاری خود غرضی راس آجائے۔ خدا کرے۔"

روشنی مدھم پڑتی گئی۔ کاغذ کا ٹکڑا یونہی پڑا رہا۔ اس کو تحریر کرنے والی لڑکی اپنی جان کھو چکی تھی۔ وقت مدغم تھا۔ تقدیر بے بس تھی۔ قسمت غالب تھی۔ اسی کے ساتھ ماضی کے

پنے زندگی کی کتاب سے کچھ وقت کے لیے مٹا دیے گئے اور ہم موجودہ وقت میں داخل ہوتے ہیں۔

موجودہ وقت

بتول اس وقت اپنے کمرے میں رکھے کاؤچ پر موبائل ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی۔ کمرے میں اے سی کے باعث اچھی خاصی ٹھنڈک تھی۔ وہ ٹاں گوں کو پیٹ سے لگائے خلا میں تکتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی۔ جامنی لمبی فراک کی بجائے اس نے ٹی شرٹ ٹراؤزر پہنا ہوا تھا۔ بال کمر پر کھلے تھے۔ کچھ دیر گزری تو موبائل تھرتھرایا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔

"پھپھو" کالنگ دیکھ کر وہ ٹھٹکی۔ وہ کال کیوں کر رہی تھیں۔ اس نے کال ریسیو کی۔

"ہیلو، جی پھپھو؟"

دوسری جانب جہاں آرا مغل اپنے کمرے کے بیڈ میں آرام دہ انداز میں بیٹھی تھیں۔ ان کے پہلو میں کوئی سرخ سرورق کی کتاب بند رکھی تھی۔

"مجھے اپنی بھتیجی سے بات کرنی ہے۔بتول مغل سے نہیں۔ کیا میں کر سکتی ہوں؟"

دوسری جانب بتول نے موبائل کان سے ہٹا کر اچھنبے سے اسکرین کو دیکھا۔یہ پھوپھو نے کونسی فلم دیکھ لی تھی۔

"جی۔۔۔جی۔۔شیور"

موبائل کان سے لگاتے اس نے کہا۔ساتھ ہی کاؤچ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔لمبے بال فرش پر لگنے لگے۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم آج کے فنکشن پر کیوں نہیں جا رہی۔"

وہ کچھ کہنے لگی تھی کہ اس کی سماعت سے پھوپھو کی آواز ٹکرائی۔

"کیا یہ صرف اس لئے ہے کہ عبداللہ جا رہا ہے اور تم اسے اوائیڈ کر رہی ہو۔ہاں؟"

اسے جواب کا موقع دیے بغیر وہ اپنی کہہ رہی تھیں۔ گلاس وال سے باہر کا نظارہ خوب دکھائی دیتا تھا۔ ایک احاطے پر بنا سوئمنگ پول اور دوسری جانب لان پر بچھی خالی کرسیاں۔ سبز گھاس اور مختلف رنگوں کے خوبصورت پھول۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ آپ کو غلطی لگی ہے پھوپھو۔"

"بتول میری جان! تم ریلیکس رہو۔ اتنا مت سوچو۔ تم عبداللہ کے ساتھ اتنا روڈ نہ رہو۔ آئی ایڈمٹ کہ یہ تم دونوں کا ذاتی معاملہ ہے اور تم دونوں میچور اور بڑے ہو۔ اپنے مسائل خود سلجھا سکتے ہو۔ مجھے نہیں پتہ کہ تم ایسا کیوں کر رہی ہو۔ لیکن بیٹا۔۔۔ میں، عبداللہ اور تم سے، دوں وں سے بہت پیار کرتی ہوں۔ اس لیے جو بھی مسئلے ہیں ان کے حل نکالو۔"

وہ کہہ کر خاموش ہو گئیں اور بتول جواب دینے کے لیے الفاظ اکٹھے نہ کر سکی۔ وہ کیا کہتی؟ پھوپھو یوں کہہ رہی تھیں جیسے ساری غلطی اس کی ہو۔ وہ عبداللہ کے ساتھ بے رخی برت رہی تھی تو پھوپھو نے اس سے یہ کیوں نہ پوچھا کہ اس کا یہ رویہ ایسا کیوں ہے اور ویسے بھی یہ بات اس کے اور عبداللہ کے درمیان رہنی چاہیے تھی۔۔۔ یہ ان کا ذاتی معاملہ تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوکے۔ میں خیال رکھوں گی اور میں فنکشن پر بھی چلوں گی۔ ہمارا جو بھی مسئلہ ہے ہم حل کرلیں گے۔ یو جسٹ ڈونٹ وری۔"

اس نے کہہ کر کال بند کردی۔ وہ کیا مسئلہ حل کرتی اور کون سے مسائل؟ عبداللہ اس طرف آ ہی نہیں رہا تھا۔ وہ تو صرف اس کے لیے دوست اور کزن تھی۔۔ کونسی انگوٹھی، کونسی منگنی؟ وہ ایسا نہیں تھا۔ اسے کیا ہو گیا تھا۔ بتول کو یاد تھا کہ جس روز ان کی منگنی تھی اس دن عبداللہ خوش تھا یا نہیں لیکن مطمئن ضرور تھا۔ اس رات بھی ان دونوں نے ہمیشہ کی طرح کچن میں بیٹھ کر ڈھیر ساری باتیں کی تھیں۔ عبداللہ کا رویہ ویسا ہی تھا جیسا ہمشہ سے رہا تھا لیکن بتول۔۔۔ اس کی نظر بدل گئی تھی۔۔ اس کا دل بدل گیا تھا۔۔۔ وہ اس کے لیے عبداللہ نہیں رہا تھا۔۔۔ وہ اس روز کے بعد بتول مغل کے دل اور دماغ میں اپنی خاص جگہ بنا چکا تھا۔ دل کا ایک خاص حصہ اس کے نام ہو گیا تھا۔ اس رات سے عبداللہ بتول مغل کے لیے ایک مختلف انسان بن گیا تھا۔ دل کی نظر ایسی بدلی کہ اس کے بعد کچھ دکھائی نہ دیا۔ بس دو آنکھیں اور ایک چہرہ۔ اس نے سر جھٹکا۔ خیالات کو جھٹکنے کی کوشش

کی۔ وہ ٹھیک ہی تو کہتی تھی۔ عبداللہ آجائے گا تو سب خراب ہو جائے گا۔ زندگی اپنا توازن کھو دے گی۔۔۔ عبداللہ آ گیا تھا اور زندگی اپنا توازن کھو رہی تھی۔ بہت بری طرح۔ سب کچھ گڈ مڈ ہو رہا تھا۔ جو وہ چار سالوں سے سوچنا تک نہیں چاہتی تھی، وہ سارے خوف حقیقت بن کر اس کے سامنے آ رہے تھے۔ اور وہ اس حقیقت کا سامنا کرنے سے ڈرتی تھی۔ وہ عبداللہ کو کھو دینے سے ڈرتی تھی۔

وہ بے دلی سے اپنی جگہ سے اٹھی۔ سرمئی آنکھوں میں پانی بھر آیا تھا جسے بے دردی سے اس نے اندر دبا لیا۔ وہ وارڈروب کے سامنے کھڑی اپنے لیے ڈریس منتخب کر رہی تھی۔ سفید لمبی ٹخنوں کو چھوتی شیفون کی فراک۔ ساتھ میرون دوپٹہ اور اسی رنگ کی اونچی ہیل۔ وہ سب کچھ نکالے بیڈ پر سجا کر رکھ رہی تھی۔ اگر بتول مغل کو علم ہوتا کہ اس رات شادی کے دو گھنٹے کے فنکشن میں جانے سے اس کی زندگی یکسر بدل جائے گی تو، وہ کبھی نہ جاتی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

چار سال قبل۔

بتول مغل اس وقت اپنے کمرے میں رکھے ورک ٹیبل پر بیٹھی تھی۔ وہ اس وقت اوور سائزڈ سوئیٹر کے ساتھ کھلا پاجامہ پہنے ہوئے تھی۔ بال اونچی پونی میں مقید تھے اور جسم بھرا بھرا۔ ٹیبل کی بھوری سطح پر کوئی کتاب کھلی پڑی تھی، کتاب کے صفحے پر جگہ جگہ گیلے دھبے

تھے۔ آنسوؤں کے ل شان۔ وہ صفحہ پر لکھے صفحات پڑھنے کی کو شش کرتی تو آنکھوں سے آں سونکل آتے۔ وہ ہاتھ بڑھا کر آنسو صاف کرتی، کچھ دیر پڑھتی، اور پھر کچھ یاد آنے پر اس کی آنکھیں نمکین پانی بہانے لگتیں۔ یہ سلسلہ چلتا رہتا اگر دروازے پر ہونے والی آواز اس کی توجہ نہ بٹاتی۔ کچھ دیر بعد دروازہ خود ہی کھل گیا۔ چوکھٹ پر عبداللہ کھڑا تھا۔ وی ہائی نیک کے ساتھ جینز پہنے ہوئے۔ بتول نے اس کو دیکھتے ہوئے خفت سے چہرہ پھیر لیا۔ آنسو صاف کیے۔ سرمئی آنکھوں میں سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔

"تمھارا صبح پیپر ہے۔ ابھی تک سوئی نہیں۔

وہ دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے، سینے پر بازو باندھے اس سے کہہ رہا تھا۔ اس کے لہجے میں ایک مٹھاس سی تھی۔

"میں۔۔ میں پڑھ رہی ہوں۔ بیٹھ جائیں آپ۔ کھڑے کیوں ہیں۔

وہ چلتا ہوا، ہاتھ میں مگ تھامے کمرے میں پڑے ڈبل صوفے پر ٹک کر بیٹھ گیا۔

"یہ لو۔ پیو۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے مگ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ اپنی کرسی پر بیٹھی رہی۔ اس کی طرف چہرہ کیے۔

"میں۔۔۔ کافی نہیں پیتی۔

اس نے مسکرانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ مسکرا نہیں سکی۔

"کافی نہیں ہے یہ۔ چائے ہے۔ اور تمھارے لیے ہی بنا کر لایا ہوں۔ میں اپنے لیے کافی بنانے کچن میں گیا تھا تو سوچا تمھارے لیے چائے بنا لیتا ہوں۔ تمھارے کمرے کی لائٹ جلی ہوئی تھی سو۔۔۔۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ بتول نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے مگ پکڑ لیا۔ اور اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ بالکنی کا دروازہ بند تھا لیکن شیشے سے باہر کا اندھیرا صاف دکھائی دیتا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے۔ عبداللہ گال تلے ہتھیلی رکھے کر اس کو دیکھتا رہا، بتول مگ پر نظریں جمائے گھونٹ گھونٹ کرتی چائے پیتی گئی۔

"تم رو رہی تھی۔

اس لیے یوں کہا جیسے پوچھ نہ رہا ہو بلکہ مطلع کر رہا ہو۔

بتول کا چہرہ سپاٹ رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ گویا جواب دینے کی ضرورت نہ تھی۔ گال پر دکھائی دیتے آنسوؤں کے نشان اور آنکھوں کے سرخ ڈورے ساری کہانی سناتے تھے۔

"بتول۔ جنھوں نے جانا ہوتا، وہ چلے جاتے ہیں۔ پیچھے رہ جانے والوں کو صبر کرنا ہوتا ہے۔

وہ بازو سینے پر لپیٹے، ٹانگ پر ٹانگ رکھے نہایت سنجیدگی اور دل جوئی سے کہہ رہا تھا۔ بتول چہرہ جھکائے چائے کے گرم گھونٹ حلق نے نیچے اتارتی رہی۔

"صبر کیا ہوتا ہے، آپ کو پتہ ہے؟"

اس نے چہرہ اٹھایا۔ عبداللہ نے محض کندھے اچکا دیے۔

"صبر ہوتا ہے خود کو روکنا۔ اور کسی اپنے کے مرنے پر آنسو ہی تو ہیں جو ہم بہاتے ہیں، ہم آنسوؤں کو کیسے روکیں۔ میرے پاس آنسوؤں کو روکنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ ہماری فیملی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کے ساتھ اتنی بڑی ٹریجڈی ہوئی ہے، میں اب بھی نہ روؤں۔ مجھے۔۔۔ میرا بھائی یاد آتا ہے۔ اتنا کہ میں۔۔۔ میں بتا نہیں سکتی۔۔۔ میں کیا کروں؟"

اس کی آنکھوں سے آں سوزارو قطار بہنے لگے۔

"اس دنیا سے میری بہن بھی گئی۔ امل۔ میں کیا کروں، تم بتاؤ؟ میں غم منانے سے منع نہیں کر رہا لیکن بتول! لوگ مر جاتے ہیں اور دنیا چلتی رہتی ہے۔ ہم آج کے وقت روز روئیں گے، پھر ہمارے آنسو دھیرے دھیرے خشک ہونگے اور پھر وہ ہمیں کبھی کبھی یاد آئیں گے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ نرمی سے "سچائی" بیان کر رہا تھا۔

بتول کے رونے میں شدت آ گئی۔

"ایسا نہیں ہوتا۔ مجھے میرا بھائی ہمیشہ یاد آئے گا۔ جب تک میں زندہ ہوں، جب تک میں اس سے قیامت میں نہیں مل لیتی۔ میں اسے ہمیشہ یاد کروں گی۔"

وہ نچلے لب کو زبان سے کاٹتے ہوئے بمشکل کہہ رہی تھی تھی۔ عبداللہ کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ سیاہ بھور آنکھوں میں کرب تھا۔ لیکن وہ آنکھوں تک رہا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ امل آپی نے بھائی کی وجہ سے۔۔۔

وہ چپ ہو گئی۔ عبداللہ کے چہرے کے تاثرات یکدم بدلے۔ جیسے اسے اچھا نہ لگا ہو۔

"میری بہن نے مرنے سے پہلے ایک پیغام لکھا۔ وہ غلط تو نہیں ہو سکتا لیکن ہم شاہمیر کو قصوروار کیوں ٹھہرائیں۔ ہر انسان اپنے اعمال کا خود زمہ دار ہے۔ ہم اپنا بوجھ دوسروں پر ڈال کر خود آزاد نہیں ہو سکتے۔"

وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پیوست کیے، چہرہ جھکائے، فرش پر نظریں جمائے کہہ رہا تھا۔ بتول نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں نمی چمکی تھی۔ وہ نمی پھیلتی گئی۔

"مجھے میری بہن عزیز تھی۔۔۔ لیکن میں کیا کروں؟ تمھیں تمھارا بھائی عزیز تھا، تم کیا کر سکتی ہو؟ کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ ہر انسان کو وہی کرنا ہے جو اس کی قسمت میں لکھا ہے۔ یہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اذیت اور غم ہم سب کی قسمت میں لکھے تھے، سو یہ سب ہم تک آ گیا اور اب ہم ان سے فرار حاصل نہیں کر سکتے۔ قسمت انسان کو بہت مجبور کرتی ہے۔ اس لیے بتول!"

اس نے چہرہ اٹھایا۔ آنکھیں خشک تھیں۔۔۔ لیکن دل، وہ رو رہا تھا۔

"ہمارے پاس زندگی میں اور کوئی آپشن ہی نہیں بچتا سوائے اس کے کہ ہم "اٹس اوکے" کہہ کر آگے بڑھ جائیں۔ لیکن کیا تم جانتی ہو کہ انسان کو بہت زیادہ غم منانے سے بھی منع کیا ہے۔ اپنے کام چھوڑ کر، صرف روتے رہیں، غم مناتے رہیں، دنیا کو بھول جائیں، جو چلا گیا، اسے پکارتے رہیں بس۔۔۔۔ یہ سب کچھ کرنے سے اللہ منع کرتا ہے۔ اسلام میں تین دن کا سوگ کیوں ہے صرف؟ کیونکہ اللہ نے انسان کو بنایا ہے اور جانتا ہے کہ انسان میں کچھ چیزیں بائے ڈیفالٹ سیٹ کر دی گئی ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ تین دن کافی ہیں کہ ہم سب کچھ چھوڑ کر صرف جانے والے کو یاد کریں، اس کا غم منائیں۔ لیکن صرف تین دن تک ہم سب کچھ پیچھے چھوڑ سکتے ہیں۔ اس کے بعد زندگی میں واپس آنا ہوتا ہے۔ وہ کرنا ہے جو ہمیں اس دنیا میں کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اس لیے تم وہ کرو جو تمھیں کرنا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہے۔ تم اپنا پیپر چھوڑ کر صرف روتی رہو گی تو ایسے تو نہیں چلے گا۔ہاں! ٹھیک ہے، گزرے لوگوں کی یاد کے ساتھ رہنا پڑتا ہے، لیکن خود کو نہیں بھولنا ہوتا۔ جو خود کو بھول جاتا ہے،دنیا اسے بھول جاتی ہے۔"

اس کا ہر ایک لفظ ہوا میں جھومتا ہوا بتول کی سماعت میں اترتا ہوا،دل میں کسی ٹھنڈی پھوار کی طرح اثر کر رہا تھا۔ اثبات میں بتول نے اوپر نیچے سر ہلایا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اپنا چہرہ صاف کیا۔اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اگر تم میری لمبی تقریر سے بور ہو گئی ہو تو آئی ایم سوری۔ لیکن یہ سب تو اب زندگی کا حصہ ہے۔"

بتول نے مسکراتے ہوئے، گیلی ہوتی آنکھوں کے ساتھ سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔ آپ اتنی اچھی باتیں کرتے ہیں۔ مجھے بہت مزہ آیا سن کر، سکون مل گیا ہے۔"

وہ یہ سوچ کر کہ شاید عبداللہ کا باہر جانے کا ارادہ نہیں ہے واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

""سو تم نے کیا سیکھا پھر؟"

وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے اس کا موڈ بہتر کرنے کی کوشش میں اس سے سوال کر رہا تھا۔ بتول نے دائیں ہاتھ کی پشت کو ہتھیلی پر رکھ کر خلا میں تکتے ہوئے سوچنے کی کوشش کی۔

"میں نے سیکھا ہے۔

اس نے لمبا گہرا سانس بھرا۔ عبداللہ پر نظریں جمائیں۔

"ہمیں زندگی کے ہر صورتحال میں اور ہر حال میں "اٹس اوکے" کہہ کر آگے بڑھ جانا چاہیے۔ پہلے رو دھو لو، لیکن پھر اٹس اوکے کہہ کر آگے بڑھ جاؤ۔ کیونکہ ہم انسانوں کے پاس اس کے لیے اور کوئی آپشن نہیں ہوتا۔"

عبداللہ مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا۔

"بلکل!اب تم سو جاؤ۔ صبح اٹھ کر پڑھنا۔رات کافی ہو گئی ہے۔باقی گھر والوں کی تو آدھی نیند بھی پوری ہو چکی ہو گی۔"

اس نے کہتے ساتھ ہی جانے کے لیے قدم بڑھائے۔بتول اپنی جگہ کھڑی،دونوں ہاتھوں میں مگ تھامے،عبداللہ کی پشت دیکھ رہی تھی۔بال چہرے کے گرد لٹوں کی صورت میں جھول رہے تھے۔اس نے ایک لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا،لبوں پر زبان پھیری۔

"آپ کو بھی دکھ ہے،آپ کو بھی غم ہے۔آپ کیوں نہیں روتے؟"

عبداللہ کے چلتے قدم دروازے کے قریب رکے۔اس نے چہرہ موڑ کر اچھنبے سے بتول کی طرف دیکھا۔

"آپ کیوں نہیں روتے؟آپ کی بہن نے خودکشی کی،آپ کی اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی،آپ اس وقت شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہیں،پھر آپ کچھ محسوس کیوں نہیں ہونے دیتے۔؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ نرم لہجے میں اس سے استفسار کر رہی تھی۔ جیسے وہ چاہتی ہو کہ عبداللہ بھی غم میں وہ کرے جو سب کرتے ہیں،وہ خاموش کیوں رہتا تھا۔ عبداللہ اپنی جگہ کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"آپ سب کی اتنی پرواہ کیوں کر رہے ہیں؟ ہر کسی کو اپنے حصے کا غم کاٹنا ہوتا ہے۔ آپ بھی کاٹیں۔ یوں کیوں محسوس کرواتے ہیں جیسے آپ ٹھیک ہیں جب کہ آپ نہیں ٹھیک۔"

ہاتھوں میں تھاما چائے کا مگ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ عبداللہ ٹکر ٹکر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ بتول نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی،گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ اور وہ پھر ایک بھی لفظ کہے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ بتول وہیں دھیرے سے ٹھنڈی زمین پر بیٹھتی گئی۔ فرش کی ٹھنڈک سرائیت کرتی ہوئی ریڑھ کی ہڈی تک گئی۔ وہ بیڈ کے ساتھ پشت ٹکا گئی۔ آنکھیں موند لیں۔ ہاتھ میں تھاما مگ ویسا ہی تھا۔ ٹھنڈا،ساکت۔ عقب میں پری ٹیبل پر اس کی کتاب یونہی کھلی رہی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وقت سالوں کا سفر لمحوں میں طے کرتے ہوئے پلک جھپکنے سے پہلے بدل گیا۔ کمرہ غائب ہو گیا۔ کہانی کی توجہ اس وقت مغل محل کے وسیع اور شاندار کچن میں موجود دو لوگوں پر ہے۔ بتول سیاہ رنگ کی لکڑی کی کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھی تھی۔ سامنے میز پر لڈو کھلی پڑی تھی۔ عبداللہ اپنی باری چل رہا تھا۔

"میں تھک گئی ہوں۔ سونے جا رہی ہوں۔

بتول نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ کچن کی تمام بتیاں جلی ہوئی تھیں۔ لاؤنج خاموشی میں ڈوبا تھا۔

"اب تم ہار رہی ہو تو یونہی کہو گی۔

عبداللہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں!

"تو پھر کھیل مکمل کرو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس لیے چیلنجنگ انداز میں کہا۔ بتول نے سر جھٹکا۔ اس کا جسم ان گزرے ماہ و سال میں کافی کمزور ہو گیا تھا۔ وزن گر گیا تھا۔

"دادا کل کہہ رہے تھے کہ رات کو کچن میں بلیاں آتی ہیں اور دو گھنٹے سے پہلے جاتی نہیں ہیں۔ نجانے کیا کرتی ہیں۔"

بتول نے گوٹ چلاتے ہوئے کہا۔ عبداللہ دونوں کہنیاں میز پر جمائے لڈو کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"پھر تم نے کیا کہا؟"

اس لیے جھکے ہوئے سر کے ساتھ کہا۔

"میں نے کہا کہ بلیاں نہیں ہوتیں۔ ایک بلا ہوتا ہے اور ایک سرمئی آنکھوں والی راپنزل ہوتی ہے۔"

اس نے شرارتی انداز میں کہا۔ بتول کے سامنے چائے کا مگ رکھا تھا اور عبداللہ کے سامنے کافی کا مگ۔ وہ دونوں وقفے وقفے سے گھونٹ لے رہے تھے۔

"اچھا! کہاں ہے راپنزل؟ مجھے کیوں دکھائی نہیں دے رہی۔

وہ رکا۔ اس کی آنکھوں پر نظریں جمائیں۔

"یہ راپنزل کی آنکھیں کب سے گرے ہونے لگیں؟

اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔ بتول نے گہری سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں راپنزل کی آنکھیں گرے نہیں ہو سکتیں۔

وہ منہ پھلائے اسے دیکھ رہی تھی۔ عبداللہ نے سر نفی میں ہلایا۔ اس کو تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا۔

"راپنزل کی آنکھیں گرے نہیں ہو سکتیں لیکن گرے آنکھوں والی راپنزل تو ہو سکتی ہے نا!

اس لے، عجیب سی منتق دینی چاہی۔ عبداللہ نے رد کر دی۔

"جی نہیں! ایسا کچھ نہیں ہوتا۔

"اچھا یار! نہیں ہوتا ایسا لیکن آپ مان لیں کہ میں راپنزل ہوں بات ختم۔"

اس نے ہاتھ جھاڑنے والے انداز میں کہا۔ عبداللہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"کوئی زبردستی ہے کیا؟

وہ رکا۔ غور سے اس کی طرف دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"جی! بلکل ہے۔

"چلیں! ٹھیک ہے۔ آپ کہتی ہیں تو مان لیتا ہوں۔"

وہ دونوں پھر سے کھیل میں مصروف ہو گئے۔

"میں کچھ عرصے میں باہر جا رہا ہوں۔ مختلف جابز کے لیے اپلائی کیا ہے۔۔۔جہاں سے بھی۔۔۔"

وہ چپ ہو گیا۔ بتول نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے تاثرات میں کوئی فرق نہ آیا۔

"بتول میں تم سے۔۔۔

"پھو پھو نے بتایا تھا۔ آپ کو نہیں لگتا کہ پھو پھو کو اور علیزہ کو آپ کی ضرورت ہے۔ آپ انھیں ایسے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔"

دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ کوئی کچھ نہیں بولا۔ پھر کچھ دیر بعد فضا میں آواز ابھری۔

"کیا صرف پھو پھو کو اور علیزہ کو میری ضرورت ہے؟

"نہیں۔۔۔ مجھے بھی دکھ ہو گا۔۔۔ میں تو ابھی سے اداس ہو گئی ہوں۔"

وہ آنکھیں چھوٹی کر کے مسکرا دی۔ عبداللہ مسکرا بھی نہیں سکا۔

"سب کو اپنی اداسی اور ضرورت کی فکر ہے۔ میری کسی کو فکر نہیں ہے کیا؟"

اس لیے اس انداز سے کہا کہ بتول کچھ کہہ نہ سکی۔ زبان تالو سے چپک گئی۔

"اماں کہتی ہیں کہ مت جاؤ۔ پڑھنا ہے تو یہاں ہی پڑھو، نوکری کرنی ہے تو وہ بھی یہاں ہی کر لو۔ کوئی یہ کیوں نہیں پوچھ رہا کہ میں کیوں جا رہا ہوں، سب کو اپنی فکر ہے۔"

عبداللہ سر جھٹکتے ہوئے کھیل میں دوبارہ مصروف ہو گیا۔ بتول اس کی طرف دیکھتی رہی، بنا پلک جھپکے۔

"میں پوچھتی ہوں آپ سے کہ آپ کیوں جا رہے ہیں۔

وہ کہنی میز پر ٹکائے، گال تلے ہتھیلی رکھے اسے پوچھ رہی تھی۔ نظریں عبداللہ کے بالوں پر جمی تھیں۔

"میں جا رہا ہوں۔۔۔ کیوں کہ میرا یہاں دم گھٹتا ہے۔

اس نے سر اٹھایا۔ سیاہ بھور آنکھوں میں ایسا حزن تھا کہ بتول کے لیے نظریں ٹکانا مشکل ہوا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے لگتا ہے میں یہاں رہا تو میں بھی مر جاؤں گا۔ شاہمیر اور امل کی طرح۔ مُجھے۔۔۔ ہر جگہ امل نظر آتی ہے۔ میں اسکی یاد سے جان کیوں نہیں چھڑا پا رہا۔"

اور اس کا لہجہ اور الفاظ ایسے تھے کہ بتول دم سادھے اس کو دیکھے گئی۔ سمجھ نہ آئی کہ کیا کہے۔

"اپنا گھر چھوڑنا آسان نہیں ہوتا۔ نانا اماں کو یہاں لے آئے تو ہم سب بھی ساتھ آ گئے۔ میں اپنی ماں اور بہن کو یہاں اکیلے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ نہ اپنے گھر نہ ملک سے باہر۔ لیکن میں اگر یہاں رہا تو پاگل ہو جاؤں گا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

الفاظ ہوا میں قید ہو گئے تھے۔ بتول کی سماعت انھیں قبول کرنے سے انکاری تھی۔ اس نے بمشکل تھوک نگلا، پھر بہت دھیرے سے اس نے کہا۔

"آپ کو امل آپی کی موت سے زیادہ کسی اور چیز کا غم ہے۔ آپ کو گلٹ ہے، پچھتاوا ہے۔ آپ کو کس چیز کا پچھتاوا ہے۔؟"

عبداللہ نے ایک جھٹکے سے بتول کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں نا سمجھی ہلکورے لے رہی تھی ،پھر اس نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ کیا اسے جاننا اتنا آسان تھا؟ ہاں!بتول کے لیے۔

عبداللہ نے رخ موڑ لیا۔ پھر ہلکی مدھم آواز میں اس نے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے پچھتاوا ہے۔ تمھیں پتہ ہے بتول،امل بہت پیاری اور اچھی بہن تھی۔ ہم دوں وں نے ایک دوسرے کو ہمیشہ دوسروں کے سامنے پروٹیکٹ کیا ہے۔ ہم چاہے جتنے مرضی ناراض ہوں، لیکن ہم نے اپنی خامیاں کبھی کسی دوسرے کو نہیں بتائیں ۔"

وہ لب کاٹتے ہوئے بمشکل کہہ رہا تھا۔ آنکھیں جو پل بھر میں مسکرا دینے والی اور اگلے ہی پل اداس ہو جاتی تھیں،اس لمحے وہ آنکھیں پانی سے بھری تھیں. بتول اس کو خاموشی سے دیکھتی رہی، سنتی رہی۔ اس کے لیے اس پہر ان الفاظ سے زیادہ قیمتی کچھ نہ تھا۔ جس شخص نے اسے غم میں ہنسنا سکھایا تھا،وہ رو رہا تھا۔ بتول کا دل ٹکرے ٹکرے ہوا۔

"میں بہت کنزرویٹو ٹائپ تھا۔ میں جھوٹ نہیں بولوں گا لیکن۔۔۔ مجھے اچھا نہیں لگتا تھا کہ میرے گھر کی لڑکیاں باہر جائیں اور ہوٹلنگ کریں۔۔۔ تم مجھے جج کرنا چاہو تو کر لو لیکن تم نہیں جانتی، میں نے جس ماحول میں رہ کر اپنی زندگی گزاری ہے، وہاں کے بہت سے مردوں کے خیالات اپنی گھر کی عورتوں کے لئے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میری اور امل کی لڑائی جب بھی ہوئی تو اسی وجہ سے کہ اسے ہر کچھ دن باہر اپنی کسی دوست سے ملنے جانا ہوتا تھا اور مجھے اچھا نہیں لگتا تھا۔"

وہ رکا۔ سانس بھرا۔ الفاظ جمع کیے۔ بتول عبداللہ کی طرف دیکھ رہی تھی، عبداللہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"لیکن وہ میری بہن تھی اور مجھے بہت عزیز تھی۔ ہم لڑتے رہتے۔۔۔ اور پھر کیا ہوا؟ وہ مر گئی۔ اس نے خودکشی کر لی۔۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ سب میری وجہ سے ہوا۔ میں نے اسے کبھی اتنا کانفڈنس ہی نہیں دیا کہ اگر وہ کوئی پرسنل بات شئیر کرے گی تو میں اس کی مدد کروں گا، اس کو جج نہیں کروں گا بلکہ اس کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ اور وہ مر گئی، وہ مر گئی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بتول نے دیکھا کہ سفید موتی کی لکیر بہہ کر اس کے گال پر پھسلتی گئی۔ سر کو دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ وہ اضطرابی انداز میں اپنی ٹانگیں جھلا رہا تھا۔

"آپ ایسا مت کہیں۔۔۔ایسا نہ کہیں۔۔۔ آپ کا کوئی قصور۔۔۔

"تم کچھ مت کہو۔ صرف سنو۔ مجھے سنو پلیز۔

وہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس کی بات کاٹ گیا۔

"امل کہتی تھی کہ بتول بھی تو یہ سب کرتی ہے تو میں اسے کہتا تھا کہ وہ الگ ہے،اس کی بات اور ہے۔ اب میں سوچتا ہوں کہ میں کتنا منافق تھا، تمھارے لیے کچھ اور سوچتا تھا اور امل کے لیے کچھ اور۔ اب دیکھو،وہ چلی گئی ہے،اور اب۔۔۔۔ میں یہاں تمھارے سامنے بیٹھا ہوں۔مُجھے اب ان چیزوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب میں تمھارے ساتھ ریستوران بھی جاتا ہوں اور مجھے۔۔۔اب کچھ برا نہیں لگتا۔ میں ایسا تب کیوں نہیں تھا جب امل زندہ تھی۔۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ ہوا میں ابھرتے الفاظ دم توڑ گئے۔ خاموشی آن ٹھہری۔ پھر بتول ذرا آگے کو ہوئی۔ لٹوں کو کان کے پیچھے اڑس کر ہمت جمع کی۔ اور پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

"اگر امل آپی زندہ ہوتی تو آپ اب بھی ایسے نہیں ہوتے۔ جو آپ تھے وہی ہوتے۔ ہماری زندگی میں کچھ حادثے ایسے ہوتے ہیں جو ہمیں بالکل مختلف انسان بناتے ہیں۔ جیسے پتھر ہوتے ہیں، آپ نے پتھر دیکھے ہیں نا کہ وہ کتنے سخت ہوتے ہیں، لیکن کچھ پتھر ایسے ہوتے ہیں جو پھوٹ پڑتے ہیں۔ اور کب پھوٹتے ہیں؟ جب وہ شق ہو جاتے ہیں۔ ہم انسان بھی پتھر کی طرح ہوتے ہیں۔ جب ہم شق ہو جاتے ہیں، تو ہم پھوٹ جاتے ہیں اور پھر کیا ہوتا ہے؟ پھر ان پتھروں سے چشمے نکلتے ہیں تو انسانوں سے بھی چشمے نکلتے ہیں۔ خیر کے چشمے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ٹوٹا جائے، شق ہوا جائے۔ جب تک ہم شق نہیں ہونگے، ہم ٹوٹیں گے نہیں، ہمارے اندر سے کوئی خیر نہیں نکلے گی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہی تھی۔اس کا ہر لفظ عبداللہ کی سماعت تک پہنچ رہا تھا، لیکن اس سے آگے نہیں۔ وہ الفاظ دل تک نہیں جا رہے تھے۔ عبداللہ نے سر اٹھایا تو اس کی آنکھوں میں واضح الجھن تھی۔اس نے گہرا سانس بھرا۔

بتول! تم نے یہ نہیں بتایا کہ کچھ پتھر ایسے ہوتے ہیں جو نہیں پھوٹتے، جن سے نہ چشمے نکلتے ہیں نہ کوئی خیر۔"

وہ استہزایہ انداز میں کہہ کر گیلی آنکھوں کے ساتھ مسکرا گیا۔

بتول کا رنگ فق ہوا۔وہ پھیکی ہوتی رنگت سے عبداللہ کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے عبداللہ کو کہتے سنا۔

"مجھے یاد ہے کہ جب ہم چھوٹے تھے اور جب بھی تم ہمارے گھر آتی تھی تو اماں قرآن کے لیکچرز لگاتی تھیں اور ہم سب سنتے تھے۔یہ پتھروں والی بات تمھیں بھی یاد ہے، دیکھو ۔۔۔مجھے بھی یاد ہے۔ ہم دونوں کو سب کچھ ایک جیسا یاد ہے۔ ہم دونوں ایک جیسے ہیں۔ بتول۔"

خیر۔ان باتوں کا کیا فائدہ اب؟وقت بہت آگے چلا گیا تھا۔دلوں پر غبار تھا۔عبداللہ نے بتول کی سرمئی آنکھوں میں جھانکا جن میں وہ اپنے لیے واضح فکرمندی دیکھ سکتا تھا۔ اس کا دل پسیجا۔

"کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں جو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں۔نہ ان سے خیر نکلتی ہے نہ چشمے پھوٹتے ہیں، کیونکہ وہ شق نہیں ہونا چاہتے۔وہ ٹوٹنا نہیں چاہتے۔انسان کا دل ٹوٹتا ہے تو اس میں سے خیر کے چشمے بہتے ہیں۔اور ہر انسان کا دل نہیں ٹوٹتا۔وہ پتھر ہی رہنا چاہتا ہے۔میں بھی شاید وہی بن گیا ہوں۔"

بتول کا دل ڈوب کر ابھرا۔اس نے ہول کر اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔

"ان کے دلوں میں مہر ہوتی ہے،اس لیے وہ پتھر نہیں پھوٹتے۔"

اس لیے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔جانے کے لیے قدم موڑے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ایسا نہیں ہوتا! دلوں میں مہر پہلے نہیں بعد میں لگتی ہے۔ جب دل ٹوٹتا نہیں ہے تو اللہ اس پر مہر لگا دیتا ہے۔ جس دل سے خیر نہ نکلے وہ دل بے حس ہو جاتا ہے۔ آپ ایسے مت ہوں۔ آپ میں بہت خیر ہے۔ آپ اپنے دل میں سے چشمہ بہنے دیں۔ پلیز۔"

اس کا لہجہ التجائیہ تھا۔ عبداللہ کے چلتے قدم زنجیر ہوئے۔ وہ رک گیا، لیکن چہرہ نہیں موڑا۔

"مجھے ٹوٹنے سے ڈر لگتا ہے۔ مجھے بہنے سے ڈر لگتا ہے۔

اتنا کہا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔ بتول کا دل موم ہو کر پگھل گیا۔ وہ لب کاٹتی رہی۔ سرمئی آنکھوں میں یکایک آنسو بھر آئے۔ کئی یادیں ذہن کے پردے پر لہرانے لگیں۔ اس نے سر جھٹکا۔ آنکھیں مسلیں۔۔۔۔ اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ نجانے کیوں اس شخص کی آنکھوں کی تکلیف دیکھ کر اپنا غم چھوٹا لگتا تھا۔ وہ عبداللہ تھا، بتول کو غم میں بھی ہنسانے والا اور جب بتول نے ہنسنا سیکھ لیا تھا تو وہ کیوں رو رہا تھا؟ اگر آنسو عبداللہ کی آنکھوں سے نکلیں گے تو ہنسے گی بتول مغل بھی نہیں۔ یہ تو طے تھا۔

وقت فاسٹ فارورڈ ہوتا ہوا مزید آگے نکل پڑا۔ زندگی کی کتاب پر کچھ یادوں کے ٹکرے واضح دکھائی دے رہے تھے۔ اسی کچن میں بتول اور عبداللہ برنر کے قریب کھڑے تھے۔ وقت میں اتنی تبدیلی آگئی تھی کہ دونوں کے بائیں ہاتھ کی انگلی پر ہیرے کی سبز نگینے کی انگوٹھی تھی۔ ایک انگوٹھی پر نگینے کے کناروں میں چھوٹے چھوٹے ہیرے جگمگا رہے تھے۔ دوسری انگوٹھی سادہ تھی۔ وہ دونوں ہنستے ہوئے کوئی بات کر رہے تھے۔ برنر پر پانی گرم ہو رہا تھا۔ اور بتول عبداللہ کے لیے کافی پھینٹ رہی تھی۔ فضا میں قہقہے لگانے کی آوازیں وقفے وقفے سے ابھر رہی تھیں۔ کچھ دنوں تک عبداللہ سپین جا رہا تھا۔ ان دونوں کی منگنی ہو چکی تھی۔ عبداللہ کے چہرے سے لگتا تھا کہ وہ مطمئن تھا۔ بتول بہت خوش تھی۔ وقت گزر گیا۔ عبداللہ سپین چلا گیا۔ اور وہاں جا کر وہ بتول کے لیے ایک مکمل مختلف انسان بن گیا۔۔۔۔۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھی موبائل پر اپنا اکاؤنٹ دیکھ رہی تھی۔ اس کے پرسنل بلاگ کو بنے چار سے پانچ ماہ گزر چکے تھے۔۔ وہ موبائل میں اپنے فالوورز سٹاک کر رہی تھی۔ ان ہزاروں لوگوں میں عبداللہ کا کوئی اکاؤنٹ نہیں تھا۔ اسے

گہرا دکھ ہوا۔ وہ اس۔ سے کسی بھی قسم کے رابطے میں نہیں تھا۔ اس نے موبائل بیڈ پر اچھال دیا اور خود آنکھیں بند کر کے کاؤچ پر لیٹ گئی۔ پھر۔۔۔۔ تاریکی چھا گئی۔۔ کچھ دکھائی نہ دیا۔۔ یکا یک اسی اندھیرے میں روشنی ابھری۔ سیاہ بھور آنکھیں دیکھائی دیں۔ اس نے آنکھیں ہنوز بند رکھیں۔ سیراب بہت خوبصورت تھا۔۔ وہ خوبصورتی کو دیکھتی گئی۔

"مرنے والے ہمیں کچھ دن روز یاد آئیں گے، پھر دھیرے دھیرے ہمارے آنسو خشک ہوتے جائیں گے، اور پھر وہ ہمیں کبھی کبھی یاد آئیں گے۔"

اسی کمرے میں کہے الفاظ ہوا میں کہیں ٹھہر گئے تھے اور اب وہ اس لڑکی کو تلخی سے ڈیکھتے رہے، اس پر ہنستے رہے۔

.....

موجودہ وقت۔

اگر بتول مغل کو علم ہوتا کہ اس رات دو گھنٹے کے ایک فنکشن میں جانے سے اس کی زندگی یکسر بدل جائے گی تو وہ کبھی نہ جاتی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شہر کے ایک پوش علاقے میں داخل ہوتے ہی نظر کے عین سامنے فیری لائٹس اور چھوٹی چھوٹی بتیوں سے سجایا گیا گھر انتہائی خوبصورت لگ رہا تھا۔ چاروں جانب وسیع گھاس کے قطعوں کے درمیان اک محل نما گھر پوری شان بان سے کھڑا تھا۔ گھر کی چاروں دیواروں کو بہت خوبصورتی اور نفاست سے سجایا گیا تھا۔ صدر دروازہ پار کرتے ہی پہلا تاثر کسی شادی گھرانے کا ہوتا ہے۔ لان میں فنکشن کے انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ مہمان جگہ جگہ پھیلے تھے۔ میوزک کی اونچی آواز چاروں جانب پھیلی تھی۔ فضا بے حد بوجھل تھی۔ کچھ دیر گزری تو سیاہ گاڑی دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ دروازہ کھلا۔ سیاہ کولا پوری جوتی زمین پر دکھائی دی اور کوئی پورے قد سے باہر نکلا۔ سفید شلوار قمیض کے اوپر بھورے رنگ کا کوٹ پہنے وہ انتہائی خوبصورت لگ رہا تھا۔ سیاہ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ابان احمد گاڑی سے باہر نکلتے ہی لوگوں سے بغل گیر ہو رہا تھا۔

“This is a man who is a partner of Mughal And Son’s Empire.”

کئی لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ایک تعارف تھا اس کا جس کی وجہ سے لوگ اسے پہچانتے تھے۔ مغل اینڈ سنز کمپنی کا بزنس پارٹنر اور اسے اس لائم لائٹ سے شدید الجھن اور چڑ تھی۔یہ وہ نہیں تھا جو لوگ اسے سمجھتے تھے۔ پھر وہ خاموشی سے لبوں پر مسکراہٹ سجائے پاتھ وے کے ساتھ چلنے لگا۔ کسی نے اسے عقب سے پکارا تو وہ چونک کر پلٹا۔

"" حسن علی مغل اور انکی فیملی ابھی تک نہیں آئی۔

کوئی دراز قد نوجوان اس سے پوچھ رہا تھا۔

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔اگر وہ نہیں آئے تھے تو میں کیا کروں؟

"اٹس سعد مرزا. شاہ میر مغل کا دوست

اور ابان احمد کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔اس نے ناگواری سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

"یو نو ہی از ڈیڈ۔"

اس لڑکے کے چہرے پر تکلیف کے آثار واضح ہوئے۔ کوئی اس کے سامنے اس کے دوست کی موت کا ذکر کر رہا تھا۔ اتنے بے رحمانہ انداز میں۔ اسے بے حد برا لگا۔

"آپ مجھے کیسے جانتے ہیں؟"

ابان تشویش سے پوچھ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے روبرو کھڑے تھے۔ بازو سینے پر لپیٹے۔

"آپ کو کون نہیں جانتا؟ اس سرکل کا ہر فرد آپ کو جانتا ہے اور اس کی وجہ حسن علی مغل ہے۔ آپ کے ان سے کافی رابطے ہیں۔"

سعد مرزا نے بہت آرام سے جواب دیا۔ ابان مسکرایا۔

"شکریہ۔ لیکن میرا اپنا بھی ایک تعارف ہے۔ اٹس ابان احمد۔ ایک عام سا انسان۔ کسی دوسرے انسان کی دوستی میرے اپنے ذاتی تعارف پر اثر انداز ہو۔ مجھے بلکل اچھا نہیں لگے گا۔ مجھے امید ہے کہ اگلی مرتبہ اگر ہم ملیں تو آپ مجھے میری وجہ سے جانیں کسی دوسرے کی وجہ سے نہیں۔ خدا حافظ۔۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ کہہ کرنے لگا۔ سعد مرزا اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ اسے اس شخص سے ضروری بات کرنی تھی۔ بہت ضروری۔

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔ کیا آپ میری بات نہیں سن سکتے۔"

اب کے سبان پوری طرح اس کی جانب گھوما۔ دائیں ہاتھ سے ماتھے پر گرے بال پیچھے کیے۔ شدید کوفت سے اس کی طرف دیکھا۔

"وہ دیکھیں۔۔۔ وہ جگہ نظر آ رہی ہے آپ کو؟

اس نے ہاتھ کے اشارے سے دوسری جانب اشارہ کیا۔ وہاں مہمان تھے، لوگ ہنس رہے تھے، بول رہے تھے، روشنیاں تھیں، بات کرنے کے لیے مزے دار موضوعات تھے۔ ابان نے اس طرف دیکھا۔

"جب مجھے پتہ چلا کہ حسن علی مغل کے فیملی فرینڈ یعنی آپ آئے ہیں تو میں اتنی دور سے بھاگا ہوا آیا ہوں۔ صرف آپ سے ملنے کے لیے۔ میرا سانس پھول چکا ہے اور آپ مجھ سے بات نہیں کر رہے۔"

"میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔

اب وہ سنجیدگی سے اپنے سامنے کھڑے نوجوان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں پاتھ وے کے کنارے پر کھڑے تھے۔ یہاں مہمان نہیں تھے۔

"میں شاہ میر مغل کا بہت اچھا دوست ہوں۔ میں پانچ سالوں سے باہر ہوں۔ مجھے اس کی موت کی خبر ملی تو میں نہیں آسکا۔ بہت مشکل تھا میرے لیے آنا۔ لیکن وہ میرا بہت عزیز تھا۔ میں نے کافی مرتبہ اس کے گھر والوں سے رابطے کی کوشش کی ہے، لیکن وہ رابطہ کبھی نہ ہو سکا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ جلدی جلدی کہہ رہا تھا۔ اس کا تنفس پھولا ہوا تھا۔ پیشانی پر پسینے کی بوندیں تھیں۔ ابان نے اسے سکون سے دیکھا کہ بھئی آگے بولو؟؟

"میرے پاس اس کی ایک امانت ہے۔ میں وہ دینا چاہتا ہوں، کیا آپ ان کی فیملی تک پہنچا دیں گے۔"

اچھا تو ساری بات یہ تھی۔ ابان نے سہولت سے اسے دیکھا۔

"دیکھیں مسٹر سعد! یہ ان کا فیملی میٹر ہے۔ میں اس مسئلے میں انوالو بلکل نہیں ہونا چاہتا۔ آج کے فنکشن میں ان کی فیملی بھی آئے گی۔ آپ ان سے خود بات کر لیں۔"

ابان نے جلدی جلدی کہا۔ وہ یہاں سے جانا چاہتا تھا۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔ لیکن وہ امانت میں آپ کو دینا چاہتا ہوں۔ کیا آپ میری طرف سے انھیں دے دیں گے۔"

ابان شش و پنج کا شکار تھا۔ وہ کہاں پھنس رہا تھا۔ وہ ان کے گھریلو معاملے سے دور رہنا چاہتا تھا۔

اگر وہ یہ چیز لے لے تو وہ بتول کو دے دے گا۔ آہاں! بتول مغل سے بات کرنے کا بہانہ۔ سو ٹھیک ہے، وہ لے لیتا ہے۔ ایک چیز ہی ہے، اسے بتول کو دینا ہے۔ اس بہانے اس سے بات ہو جائے گی، اسے اور کیا چاہیے تھا۔

"اوکے۔۔۔ شیور۔ آپ دے دیں۔ میں انھیں دے دوں گا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور اگر راحم یہاں ہوتا تو جان لیتا کہ وہ "مالکن" سے بات کرنے کے بہانے یہ سب کر رہا تھا۔ سامنے کھڑے سعد مرزا نے اپنی جیب سے ایک مخملی ڈبیا باہر نکالی اور اسے ابان کے سامنے کیا۔

"یہ شاہ میر نے مجھ سے منگوائی تھی۔ مجھے یہ انگوٹھی اسے بھجوانی تھی لیکن اسی روز اس کی موت کی خبر آ گئی۔ سو میں نے اسے اپنے پاس سنبھال کر رکھا۔ یہ اس نے اپنی کزن کے لیے منگوائی تھی لیکن سننے میں آیا ہے کہ اس کی کزن نے خودکشی کی تھی۔ آگے کا معاملہ خدا جانے، یہ آپ رکھیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سعد مرزا وہ ڈبیا اس کے سپرد کر کے وہاں سے جا چکا تھا۔ اور ابان احمد کے ذہن میں ہزار سوالات سر اٹھا چکے تھے۔ یہ شاہ میر مغل۔۔۔ جس نے اپنی کزن سے آخری وقت میں ہر تعلق سے انکار کر دیا تھا۔۔۔ اور اس کی کزن نے اس غم میں خودکشی کر لی تھی۔۔۔ لیکن پھر شاہمیر نے یہ انگوٹھی کیوں منگوائی تھی اور وہ بھی۔۔۔ باہر سے۔۔۔ وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ خیر۔ اس نے سر جھٹکا۔ اسے سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ اسے بتول

مغل کے حوالے کر دے گا۔ آگے کا معاملہ وہ جانے، اسے کیا؟ وہ کندھے اچکاتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ روشنیوں کو عقب میں چھوڑے، روشنیاں اسی کی منتظر تھیں۔

.....

مغل محل میں اس وقت سب تیار ہو کر لاؤنج میں موجود تھے سوائے ایک فرد کے۔ آغا علی مغل نے آسمانی رنگ کی شلوار قمیض کے ساتھ سفید شال اوڑھ رکھی تھی۔ ان کے چہرے پر وقار تھا۔ وہ اس عمر میں بھی سمارٹ اور چاق و چوبند تھے۔ ان کے ساتھ حسن علی مغل تھے۔ نک سک سے تیار۔ فریال مغل، جہاں آرا مغل سب تیار تھے۔ عبداللہ کونے میں رکھے صوفے پر بیٹھا، ہاتھ میں تھامے موبائل پر انگلیاں چلا رہا تھا۔

"یہ بتول کتنا وقت لگائے گی آخر۔ اس کی تیاریاں ختم کیوں نہیں ہو رہیں۔"

سب اس وقت بتول کے انتظار میں بیٹھے تھے جو نجانے اپنے کمرے میں کیا کر رہی تھی۔ اسی لمحے علیزہ سیڑھیوں سے اترتی دیکھائی دی۔

"بتول آپی کہہ رہی ہیں کہ انھیں ابھی ٹائم لگے گا۔ آپ لوگ چلے جائیں۔۔ وہ آجائیں گی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

علیزہ نے سیڑھیاں اترتے پیغام دیا۔ حسن علی مغل کے ماتھے پر بل پڑے۔ عبداللہ نے باری باری علیزہ اور ماموں کا چہرہ دیکھا۔

"اٹس اوکے ماموں۔ آپ لوگ چلے جائیں۔ میں، علیزہ اور بتول آجائیں گے کچھ دیر تک۔"

عبداللہ نے مشکل حل کرنا چاہی۔ حسن علی اور آغا علی اپنی جگہ سے اٹھے۔

"اوکے دھیان سے آں!۔ میں تمھیں لوکیشن بھیج رہا ہوں۔"

وہ عبداللہ کو ہدایت جاری کرتے باہر نکل گئے۔ ان کے پیچھے دادا، جہاں آرا اور فریال بھی نکل گئی تھیں۔ علیزہ نے بھی جانا چاہا۔

"کہاں؟ تم ہمارے ساتھ جاؤ گی۔

اس لیے علیزہ کو جاتے دیکھا تو کہنی سے پکڑ کر روک لیا۔

"بھائی! آپ دونوں آجائیں۔ میں چلی جاتی ہوں۔"

Clubb of Quality Content

اس لیے بے چارگی سے کہا۔سیاہ شلوار قمیض کے ساتھ ہم رنگ دوپٹہ کندھے پر ڈال رکھا تھا۔بال کھلے کمر پر تھے۔

"نہیں۔۔ہمارے ساتھ جاؤ۔اچھا نہیں لگتا۔"

اور علیزہ بلکل چپ کر گئی۔ سمجھ نہ آئی کہ کیا کہے۔

"بھائی۔ شی از یور فیانسی اینڈ کزن۔ کیوں اچھا نہیں لگتا۔

اتنا کہا اور وہاں سے نکل گئی۔ابھی ماموں کی گاڑی باہر ہی ہوگی۔وہ تیز تیز قدم اٹھاتی باہر چلی گئی۔اور پیچھے لاؤنج میں بیٹھے عبداللہ کے چہرے پر سایہ سا لہرا۔رنگت ایک لمحے کے لیے فق ہوئی۔اس نے بمشکل سر جھٹکا۔پھر وہ سیڑھیوں کے ساتھ لگے وکٹورین طرز کے شیشے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔بھورے رنگ کی بٹنوں والی شرٹ کے ساتھ اس نے سیاہ جینز پہن رکھی تھیں۔بال سلیقے سے سجائے تھے۔چوڑی پیشانی،بڑی سیاہ بھور آنکھیں۔وہ خود کو دیکھتا رہا۔کچھ دیر گزری تو اوپر کمرے کا دروازہ کھلا اور بتول بغل باہر نکلی۔وہ سیڑھیاں اترتی نیچے آ رہی تھی جب اس کی نظر شیشے کے سامنے کھڑے عبداللہ پر پڑی۔عین اسی لمحے

عبداللہ نے اپنی سیاہ بھور آنکھیں اٹھائیں۔ دونوں کی نظریں ٹکرائیں۔ سرمئی غار میں بھوری روشنی داخل ہوئی۔ بتول چہرہ جھکائے اور عبداللہ سر اُٹھائے اس کو دیکھے گیا۔ سفید شیفون کی ٹخنوں کو چھوتی فراک کے ساتھ اس نے میرون دوپٹہ کندھوں پر ڈال رکھا تھا۔ سیاہ بال کرل کر کے آگے کو ڈالے تھے، سرخ لپسٹک، سیاہ کاجل۔ وہ کتنی خوبصورت لگ رہی تھی، کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے؟ کچھ لمحے یوں ہی گزر گئے۔ دونوں ایک دوسرے کو چند لمحے یوں ہی تکتے رہے۔ پھر بتول سر جھٹکتے ہیل کی ٹک ٹک کے ساتھ نیچے اترنے لگی۔ عبداللہ نے بھی شیشے سے نظریں ہٹائیں۔ بتول نے لاؤنج کی طرف دیکھا تو وہ خالی تھا۔

"سب چلے گئے ہیں۔ تم نے کہا تھا کہ تم اکیلی آجاؤ گی تو میں نے سوچا میں تمھارے ساتھ چل پڑتا ہوں۔ میں نے علیزہ کو روکا تھا لیکن وہ نہیں رکی۔"

وہ بالوں پر ہاتھ پھیرتا وضاحت دینے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ بتول نے کوئی جواب نہ دیا۔

"یو نو واٹ۔۔۔میں اتنے عرصے سے اکیلے ہی باہر آتی جاتی ہوں۔مجھے کسی کی ضرورت نہیں کہ وہ میرے ساتھ چلے۔"

اتنا کہا اور لاؤنج سے باہر نکلنے لگی۔

"تمھیں نہیں مجھے ضرورت ہے کہ میں تمھارے ساتھ چلوں۔اب گاڑی کی چابی دو۔"

بتول کے چلتے قدم اپنی جگہ ٹھہر گئے۔اس نے رخ موڑ کر پیچھے دیکھا۔گھنی پلکوں کے سائے میں سرمئی آنکھیں پر کشش لگ رہی تھیں۔عبداللہ اس سے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آپ دوسری گاڑی میں چلے جائیں۔۔۔

"نو مور آرگومنٹس،اب چلو۔

وہ تحکم سے کہتا اس کے آگے سے نکل گیا۔اور بتول پیچھے جل بھن کر رہ گئی۔سمجھتا کیا ہے یہ خود کو،ہاں؟؟

دائیں کندھے پر پرس لٹکائے،اور بائیں کندھے پر میرون دوپٹہ پھیلائے چار و ناچار وہ اس کے پیچھے چل دی۔

دونوں گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ عبداللہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے اور بتول پیسنجر سیٹ میں بیٹھی تھی۔

"آپ کو لوکیشن کا پتہ ہے؟

"ماموں نے سینڈ کر دی ہے۔

وہ سیٹ بیلٹ باندھے کہہ رہا تھا۔

"آپ کو راستوں کا پتہ ہے؟

بتول نے چہرہ موڑے اس کی طرف دیکھا اور عبداللہ اس کی بات پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"بتول میڈم مجھے کیوں راستوں کا علم نہیں ہو گا۔ اور آپ تو یوں ظاہر کر رہی ہیں جیسے زندگی میں پہلی مرتبہ گاڑی میں میرے ساتھ کہیں جا رہی ہیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بتول نے اس کی بات پر سر جھٹکا اور کہنی کھڑکی کی ساتھ ٹکا کر،اپنی جگہ سمٹ کر باہر دیکھنے لگی۔ مطلب اسے سب یاد تھا۔اسے کچھ بھی بھولا نہیں تھا۔کچھ لمحات خاموشی کے نظر ہوئے ۔باہر سڑک پر گاڑیاں چلتی رہیں،بتول انھیں دیکھتی رہی۔۔ان در کے حال سے وہ بے نیاز رہنا چاہتی تھی،لیکن نہیں رہ سکی۔

"مطلب۔۔ مطلب آپ کو سب یاد ہے۔۔ کبھی کچھ بھولا ہی نہیں۔ آپ کون ہیں، کیا ہیں۔ مجھے آپ کی سمجھ کیوں نہیں آتی؟"

وہ چہرہ اس کی طرف کیے،اپنے منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے انتہائی صدمے سے پوچھ رہی تھی۔اس کی گہری آنکھوں میں کئی تکلیف دہ سوالات درج تھے۔۔۔۔جن کے سوال اسے کبھی نہیں ملنے تھے۔

"تم مجھے سمجھ کر کیا کرو گی،اور تم جس بارے میں بات کرنا چاہتی ہو اس بارے میں ڈائریکٹ سوال کر لو۔ پہیلیوں میں بات کیوں کر رہی ہو۔"

عبداللہ نے کافی دیر بعد جواب دیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے ٹیلی پیتھی نہیں آتی۔ اگر آتی ہوتی تو تمہارے سوالوں کے جواب خود ہی دے دیتا، تمھیں پوچھنا ہی نہیں پڑھتا۔"

بتول اس کا چہرہ یونہی دیکھتی رہی۔

"یا اگر تم کہو تو تمہارے لیے ٹیلی پیتھی سیکھ لیتا ہوں۔ کیا خیال ہے پھر؟"

اور بتول مغل اس کا چہرہ ٹکر ٹکر دیکھ کر رہ گئی۔ یکدم فضا میں گھٹن محسوس ہوئی۔ اس لے، ہاتھ بڑھا کر فوراً شیشہ نیچے کیا۔ تازہ ہوا اندر آئی تو روح کو راحت ملی۔ درجہ حرارت نارمل ہوا۔

اس لے، دوبارہ عبداللہ کو مخاطب نہیں کیا۔ دونوں نے کوئی بات نہ کی۔۔ خاموشی قائم رہی یہاں تک کہ بتول کی گاڑی رک گئی۔ دونوں باہر نکلے۔ کئی چہرے ان کی طرف اٹھے۔

"بتول مغل اور اس کا فیانسی.

وہ سب چہ مگوئیوں کو نظر انداز کرتی اس طرف گئی جہاں سب گھر والے تھے۔ عبداللہ گاڑی سے اتر کر کس جانب گیا تھا، بتول اس سے بے نیاز رہی۔ میوزک سسٹم آن تھا۔ فضا گانوں سے بے حد بوجھل تھی۔

کچھ دیر بعد وہ چمڑے کے ڈبل صوفے پر پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔ اس کی ساتھ علیزہ سامنے دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ ارد گرد کافی مہمان پھیلے تھے، پس منظر میں تیز میوزک کی آواز گونج رہی تھی۔ سامنے اسٹیج پر دولہن بیٹھ چکی تھی، شاید کوئی رسمیں وغیرہ ہو رہی تھیں۔

بتول اپنا چہرہ جھکائے موبائل پر انگلیاں چلا رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ایکسیوز می۔"

بتول کے قریب آواز ابھری، مگر وہ لاپرواہ رہی۔

"بتول آپی۔۔۔ وہ بچہ آپ کو بلا رہا ہے کب سے۔

ایک چھ سات سال کا چھوٹا بچہ اس کے قریب کھڑا تھا۔ علیزہ کی آواز پر، اس نے چونکتے ہوئے سر اٹھایا۔

"آپ کو وہاں کوئی بلا رہا ہے۔

اس بچے نے ہاتھ کے اشارے سے ایک گھاس کے قطعے کی طرف اشارہ کیا۔ اور اتنا کہہ کر غائب ہو گیا۔

وہ اسے دیکھتی رہی۔

"پتہ نہیں کون تھا۔ آئی ڈونٹ نو ہم۔

اس لیے اتنا کہہ کر پھر سے چہرہ جھکا لیا۔

"آپ اس بچے کو نہیں جانتیں لیکن جس نے آپ کو بلایا ہے وہ تو آپ کو جانتا ہو گا۔ شاید کوئی دوست وغیرہ ہو۔۔ جائیں بات سن آئیں۔"

علیزہ کہہ کر پھر سے سامنے دیکھنے لگی۔ بتول کچھ دیر یونہی بیٹھی رہی پھر کندھے اچکاتے ہوئے جگہ سے اٹھی۔ دراز قد بتول مغل واقعی خوبصورت تھی۔ اسے صرف روشنیاں پسند نہیں تھیں، بلکہ روشنیاں اس کے لیے بنی تھیں۔۔۔ لیکن اس کا دل۔۔۔ اس میں ایک دراز

عرصے سے اندھیرا تھا اور نجانے یہ اندھیرا کب تک رہے گا۔۔۔ نجانے دل کا اندھیرا ختم ہو گا یا مزید بڑھے گا۔

وہ ناک کی سیدھ میں دیکھتے ہوئے چل رہی تھی۔ جس جگہ کا اشارہ اس بچے نے کیا تھا، وہ جگہ خالی تھی۔ وہ وہاں سے پلٹنے لگی تو عقب سے آتی آواز پر اس کے چلتے قدم زنجیر ہوئے۔

"مس بتول!

وہ فوراً پلٹی، دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے، ہمیشہ کی طرح لبوں پر مسکراہٹ سجائے، وہاں ابان احمد کھڑا تھا۔ بتول کا دل جل بھن کر رہ گیا۔ غصے کا گراف اتنا بڑھ گیا کہ وہ ضبط بھی کھو بیٹھی۔

"ویسے مسٹر ابان! آپ سے کسی مہذب عمل کی توقع نہیں کی جا سکتی۔"

وہ سینے پر بازو لپیٹے دانت پیستے ہوئے کہہ رہی تھی۔ آبان مسکرایا۔

"میں ہر طرح کا عمل کرتا ہوں لیکن سامنے والے کو ذہن میں رکھ کر۔"

وہ بھی اسے جلانے کی خاطر کہہ گیا۔ساتھ ہی گہری مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔

"فرمائیے،ایسی بھی کیا ضرورت پیش آگئی تھی کہ آپ کو کسی چھوٹے بچے کو کہہ کر مجھے بلانا پڑا۔وہ بھی اس کونے میں۔آپ کے اندر اتنی بھی ہمت نہیں ہے کہ مجھے خود بلا لیتے۔"

وہ طنز کے وار کرتی ہوئی ارد گرد دیکھنے لگی۔

"ہمت ہی تو نہیں ہے۔ڈر لگتا ہے آپ سے۔

اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔اگر آپ کے پاس وقت ہو تو۔۔۔"

ارادی طور پر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ساتھ ہی رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔کہ تمھارے پاس وقت ہے یا نہیں،میرے پاس بہت ہے۔

بتول نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔سب لوگ آپس میں مصروف تھے،علیزہ،اماں اور پھوپھو ان کا دھیان ادھر نہ تھا۔عبداللہ کہاں تھا،اس نے سوچا لیکن پھر سر سے جھٹک دیا۔

"بولیں۔"

بتول نے ابان کی طرف چہرہ کیا تو وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر بعد اپنے ماتھے پر گرے بال ہاتھوں سے پیچھے کرتا۔ بھلے بال ماتھے پر بکھرے ہوں یا نہ۔

"دیکھیں۔۔۔۔"

وہ بازو سینے پر لپیٹے اور دیوار کا سہارا چھوڑے روبرو کھڑا ہوا۔ وہ بتول سے کچھ انچ اونچا تھا۔

"جلدی بولیں۔ سب دیکھ رہے ہیں۔"

"یہاں کوئی سلیبریٹی نہیں ہیں آپ جو سب آپ کو دیکھیں گے۔ ذرا حوصلہ رکھیں۔"

بتول کا دل چاہا کہ اس کا سر اسی دیوار کے ساتھ مار کر وہاں سے چلی جائے، لیکن وہ کھڑی رہی۔ اب بات بھی تو جاں نی تھی نا۔

"بات کچھ یوں ہے کہ آپ کے بھائی شاہمیر مغل۔۔"

بتول کے تاثرات یکدم بدلے۔ دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔ آنکھوں میں تشویش ابھری۔

"شاہمیر مغل کا ایک دوست سعد مرزا۔۔وہ کچھ دیر پہلے مجھ سے ملا تھا اور وہ مجھے ایک امانت دے کر گیا کہ اسے آپ کی فیملی کے حوالے کر دوں۔ میں نے سوچا آپ سے بات کر لیتا ہوں. انکل سے کہوں گا تو ان کا غم تازہ ہو جائے گا۔"

بتول پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ اپنے سامنے کھڑے شخص کا چہرہ دیکھ رہی تھی جو اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ بتول اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اگر ڈیڈ کا غم تازہ ہو جائے گا، تو اس کے غم کا کیا؟ کیا مرنے والا اس کا کچھ نہیں لگتا تھا۔ وہ اس کا بھائی تھا، اس کا خون۔ اس کی آنکھوں میں یکلخت ہی نمی تیرنے لگی۔ رنگت سرخ ہو گئی۔

"سعد مرزا کا کہنا تھا کہ وہ پانچ سال سے باہر ہے۔

ابان نے اپنی قمیض کی جیب سے ایک ڈبیا باہر نکالی اور اسے بتول کے سامنے کیا۔ اس کی زبان تالو سے چپک گئی۔

"شاہ میر مغل نے یہ انگوٹھی اپنی کزن کے لیے پانچ سال پہلے منگوائی تھی۔ یہ رکھیں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ابان اسے دیکھنے سے احتراز برت رہا تھا۔ بتول کے لیے الفاظ دم توڑ گئے۔ وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ وہ دیوار کا سہارا لیے کھڑی رہی۔ پانچ سال پہلے۔۔ پانچ سال گزر چکے تھے۔۔۔ اور اب انچ سال بعد اگر اس کا بھائی زندہ ہوتا۔۔۔ تو تیس سال کا ہوتا۔ درد حد سے سوا ہونے لگی۔

"آر یو آل رائٹ؟

ابان نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا۔ وہ یکدم چونکی۔ خشک لبوں پر زبان پھیری۔ پلکوں کو جھپکا۔ منظر واضح ہوا۔ پھر وہ بمشکل مسکرائی۔

"یس آف کورس۔ یہ دے دیں مجھے۔

اس لے، وہ انگوٹھی ابان کے ہاتھ سے فوراً لی۔ اور ایک بھی لمحے کی دیر کیے بغیر وہاں سے چلی گئی۔

"مس بتول! آئی ایم سوری۔۔۔ اگر میں نے آپ کو بتا کر غلط کیا۔"

بتول پلٹی۔ پھر استہزایہ انداز میں مسکرائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"غلطی آپ کی نہیں اس کی ہے جس نے یہ امانت آپ کو دی۔ اور آپ نے مجھے دے کر کوئی غلطی ں ہیں۔ میں بہن ہوں اس کی، مجھے نہیں دیں گے تو کس کو دیں گے۔"

وہ کہہ کر جانے ہی لگی تھی کہ کسی خیال کے تحت اپنی جگہ رکی۔

"اور ایک اور بات یاد رکھیں۔ میرا نام بتول مغل ہے، مس بتول نہیں۔"

اس کی طرف طنزیہ مسکراہٹ اچھالتی ہوئی وہاں سے چلی گئی اور پیچھے آبان احمد سر جھٹک کر رہ گیا۔ "زبان دراز مالکن"۔ وہ ہلکا سا بڑبڑایا۔ بندہ دل رکھنے کے لیے ہی شکریہ ادا کر لیتا ہے کہ آپ نے میرے بھائی کی امانت مجھ تک پہنچائی۔ لیکن نہیں، مس بتول۔۔۔ ہونہہ، بتول مغل کو دل جلانے کے علاوہ اور آتا ہی کیا تھا۔ وہ منہ میں بڑبڑاتا وہاں سے چلا گیا۔

بتول مغل اپنے ہاتھ میں مخملی ڈبیا زور سے تھامے سر جھکائے قدم اٹھا رہی تھی۔ آنکھوں میں کچھ غیر معمولی تاثر تھا۔ گال سرخ پڑ رہے تھے۔ مہمانوں کے ہجوم میں راستہ بناتی ہوئی وہ چل رہی تھی جب سامنے سے آتے کسی شخص نے اس کی کہنی پکڑ کر زور سے تھامی۔ وہ

ایک جھٹکے سے رکی۔ سامنے عبداللہ کھڑا تھا۔ بتول نے لمبا گہرا سانس خارج کیا۔ پھر سہولت سے اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

"آپ یہاں؟

اس نے یوں پوچھا جیسے وہ مارس سے زمین پر آیا تھا۔ عبداللہ اس کے برابر آ کھڑا ہوا۔ کندھے ٹکرانے لگے۔ نظریں سامنے ہوئیں۔

"میں تو یہاں ہی تھا۔ تم کہاں تھیں؟ میں تمھیں کب سے ڈھونڈ رہا تھا۔ لیکن بتول بی بی کو ہمارا ذرا برابر خیال نہیں ہے۔"

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ قدم سے قدم ملاتے۔ کئی چہرے ان کی طرف اٹھے تھے۔ آنکھوں میں ستائش ابھری۔ بتول نے محسوس کیا لیکن نظر انداز کیا۔

"میں یہاں ہی تھی۔ واک کر رہی تھی۔ آپ تو اتنی دیر سے یہاں نہیں تھے۔ کہاں تھے؟

Clubb of Quality Content

وہ نارمل انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔ عبداللہ کو حیرت ہوئی۔ لیکن خوشگوار حیرت۔ وہ مسکراتے ہوئے اپنے ساتھ چلتی لڑکی کو دیکھے گیا۔ جس جگہ وہ دونوں کھڑے تھے وہاں کیمرہ مین کھڑا تصویریں کھینچ رہا تھا۔ ارد گرد مہمان تھے۔ لوگوں کی باتیں کرتی آوازیں اور شور و غل تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم نے میری غیر موجودگی نوٹ کی ہے، آہاں!"

اس نے شوخ مسکراہٹ سے کہا۔ بتول نے فوراً چہرہ موڑا۔ اسی لمحے عبداللہ نے اس کی طرف دیکھا۔ اور پھر کیا ہوا؟ وہی جو ہمیشہ ہوتا ہے۔ نظروں کا ملن۔ فضا میں ہوا چلی۔ بتول کے بال اڑ کر اس کی آنکھوں کے سامنے آئے۔ عین اسی وقت فلیش لائٹ آن ہوئی اور وہ دونوں روشنی میں کھڑے، ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے وقت میں امر ہو گئے۔ ایک لمحے کی نظر تھی، لمحے میں ارتکاز ٹوٹا۔ نظریں جدا ہو گئیں۔ اور دونوں نے چہرے موڑ لیے۔ یوں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ جیسے دل کی دھڑکن تیز نہ ہوئی ہو، جیسے روبرو کھڑے شخص کی آنکھوں میں اپنا عکس نہ دکھائی نہ دیا ہو اور جیسے۔۔۔۔۔ محبت نہ ہوئی ہو۔

"میرا کھانا کھانے کا دل نہیں کر رہا تھا۔۔۔ میں نے سوچا کہ گھر جاتے ہوئے راستے سے کچھ کھا کر جاؤں گی۔ آپ چلیں گے میرے ساتھ؟"

اور عبداللہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔ کیا وہ اس کی دوستی کی پیشکش قبول کر رہی تھی، کیا سب کچھ پہلے جیسا نارمل ہو جائے گا۔۔۔ لیکن کچھ عرصے کے لیے بس۔

"ہاں! شیور چلتے ہیں۔

وہ جیسے اسی کا منتظر تھا۔ فوراً سے تیار ہو گیا۔

"اوکے، میں انفارم کر کے آتی ہوں۔"

وہ وہاں سے پلٹ گئی۔ اور وہ اس کی پشت کو دیکھتا رہا۔۔۔ ہجوم میں بھی اس کی موجودگی کو محسوس کرتا رہا یہاں تک کہ وہ اس کی نگاہوں سے مکمل طور پر اوجھل ہو گئی۔

.....

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ دونوں اس وقت ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ارد گرد کاں ٹوں کا شور اور ہلکی مدھم آواز میں میوزک کی آواز سنائی دے رہی تھی۔پیلے اور سیاہ رنگ کے امتزاج سے سجایا گیا وہ ریستوران پہلی نظر میں آنکھوں کو چبھتا تھا۔

میز پر فرائیڈ رائس اور اسٹیک کے ساتھ کولڈ ڈرنک رکھی تھی۔بتول مغل رغبت سے کھا رہی تھی۔

"تم چاول نہیں کھاؤ گی؟"

اس نے چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے سامنے بیٹھی لڑکی سے پوچھا جو اسٹیک کھا رہی تھی۔

"نہیں۔۔میں رات کے وقت چاول نہیں کھاتی۔

عبداللہ اس کے جواب پر خاموش ہو گیا۔وہ اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اتنی تھوڑی دیر میں اس کے ساتھ ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ جو گاڑی میں اس کے ساتھ بیٹھنے کو تیار نہ تھی،اب اس کے سامنے بیٹھے کھانا کھا رہی تھی۔الفاظ ذہن میں تھے،زبان تک نہ آسکے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ویسے مجھے لگ رہا ہے کہ شادی میں کھانا آپ نے بھی نہیں کھایا تھا۔ مجھ سے زیادہ تو آپ کھا رہے ہیں۔"

عبداللہ اس کی بات پر مسکرا دیا۔ سیاہ بھور آنکھیں اس کے چہرے پر جمائیں۔ چہرے کے گرد جھولتی لٹیں اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہی تھیں۔

"نہیں۔ میں نے تو اچھا خاصا کھایا تھا بس یہاں تمہارا ساتھ دینے کے لیے کھا رہا ہوں۔ تاکہ تم اکیلی بور نہ ہو جاؤ۔"

"چار سال سے اکیلی ہی ہوں، نہ کوئی دوست ہے نہ کوئی بوریت کو دور کرنے والا۔"

اس نے نظریں اٹھائیں۔ عبداللہ کھانے سے ہاتھ روکے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اب مجھے فرق نہیں پڑتا کہ سامنے کون میرے لیے کھا رہا ہے یا سامنے کوئی بیٹھا بھی ہے یا نہیں۔"

"تو تم مجھے ساتھ کیوں لے کر آئیں؟

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

عبداللہ نے بھنویں اچکا کر پوچھا۔اس کے لہجے میں کاٹ سی تھی۔جیسے اسے اچھا نہ لگا ہو۔

اپنا یوں نظر انداز کیا جانا۔

اسی لمحے میز پر رکھا بتول کا موبائل تھرتھرایا تو دونوں چونکے۔موبائل پر "ڈیڈ کالنگ" کے الفاظ دیکھتے ہوئے بتول مسکرائی اور کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

""اس لیے۔"

ساتھ ہی کال ریسیو کی۔اسپیکر آن کر لیا۔

"بتول تم کہاں ہو؟اور مجھے بتا کر کیوں نہیں گی اور میں نے۔۔۔

"ڈیڈ میں اکیلی نہیں ہوں۔عبداللہ میرے ساتھ ہیں۔عبداللہ کو شادی کا کھانا پسند نہیں آیا تھا سو وہ مجھ کہہ رہے تھے کہ میں ان کے ساتھ چل پڑوں۔ان کو اتنے ریستوران کا اندازہ نہیں۔میں انکار کر دیتی کیا؟؟"

اور عبداللہ ہکا بکا اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔ یقین نہ آیا کہ یہ الفاظ سامنے بیٹھی لڑکی کے تھے۔ وہ چہرے پر حیرانگی لیے اس کو دیکھے گیا۔

"اوہ اچھا ٹھیک ہے۔ اور گاڑی کس نے ڈرائیو۔۔

"آف کورس عبداللہ نے گاڑی ڈرائیو کی تھی۔ اگر آپ کہیں تو بات کروادوں آپ کی۔"

اس نے سامنے بیٹھے شخص کی طرف دیکھتے ہوئے موصومی سے پلکیں جھپکائیں۔ عبداللہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

ڈیڈ نے کال بند کر دی۔ اور وہ لبوں پر مسکراہٹ سجائے عبداللہ کو دیکھتی رہی۔

"وہ کیا ہے نا کہ ڈیڈ رات کے وقت مجھے ڈرائیو کرنے نہیں دیتے اور میں شادی میں بیٹھ کر بور ہی تھی اور مجھے بھوک بھی لگ رہی تھی۔۔۔ سو۔۔"

اس نے کانٹا ہاتھ میں گھماتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ یہ تم نے کیا ہے۔۔ تم مجھے جان کر لے کر آئی ہو ادھر۔۔۔"

وہ صدمے سے بس اتنا ہی کہہ سکا۔ بتول مسکرائی۔

"آپ کو کیا لگا کہ اگر میں بہت کائینڈ اور کیئر نگ ہوں تو مجھے جھوٹ بولنا نہیں آتا؟ جھوٹ کس انسان کو بولنا نہیں آتا؟"

وہ گہری مسکراہٹ سے کہتے ہوئے محظوظ انداز میں عبداللہ کو کہہ رہی تھی۔ اس کی پیشانی پر بل اور لب بھینچے ہوئے تھے۔ اور بتول کے ہونٹوں سے مسکراہٹ الگ نہیں ہو رہی تھی۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"کیوں جناب! دعا بازیاں صرف آپ ہی کو کرنا آتی ہیں کیا؟

اس لیے ایک ادا سے کہا تو عبداللہ مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔ اس کی پیشانی کے بل غائب ہوئے۔ چہرے کے تاثرات نارمل ہوئے۔ وہ ہاتھوں کو باہم پیوست کیے ذرا آگے کو ہوا۔

"چلو! اب اگر ہم آ ہی گئے ہیں تو کیوں نہ بات کر لی جائے؟

بتول کا جھکا سر اٹھا۔ آنکھوں میں کئی سوالات ابھر آئے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہمیں بات کرنے کی ضرورت ہے، بتول۔ ہمیں بات کر لینی چاہیئے۔

"کیسی بات؟

اس نے دائیں ہاتھ کو گھماتے ہوئے پوچھا۔ عبداللہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔ لبوں پر زبان پھیری پھر مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"تمھیں اگر مجھ سے کوئی مسئلہ ہے تو مجھ سے بات کرو۔ بتول! ہم دونوں مسئلے حل کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی رنجش، خلش کچھ بھی ہے تو جسٹ ٹاک ٹو می۔ بات کرو مجھ سے۔ اتنا روکھا رویہ کیوں ہے تمھارا؟

اس کے لہجے اور آنکھوں سے صاف دکھائی دے رہا تھا کہ وہ واقعی جواب جاننا چاہتا تھا۔ بتول کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ اس نے کانٹا چمچ پلیٹ پر رکھا۔ پلیٹ پرے کھسکا دی۔ ٹشو پیپر سے ہاتھ اور ہونٹ صاف کیے۔ بازو سینے پر لپیٹے وہ سنجیدہ ہوئی۔

"تم دونوں کے جو بھی مسئلے ہیں، انھیں حل کرو۔ میں تم سے اور عبداللہ سے بہت پیار کرتی ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پھو پھو کا کہا جملہ سماعت میں گونجا۔

"ٹھیک۔ ہم دونوں کو بات کر لینی چاہیے۔ تو میں یہ کہنا چاہتی ہوں اور آپ بھی جانتے ہیں، آدھی دنیا جانتی ہے کہ ہم دونوں کی منگنی ہوئی تھی چار سال پہلے۔ میں انیس سال کی تھی جب میری منگنی ہوئی تھی اور آپ جناب سے ہی ہوئی تھی۔ کیا آپ کو یاد ہے کچھ؟"

آخر میں اس کا لہجہ طنزیہ ہوا تھا۔ ہونٹ اوپر کو اٹھے۔

عبداللہ کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

"آگے بولو۔

اس نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں شیشے کی سطح پر بجاتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔ بتول پہلو بدل کر رہ گئی۔

"ہم دونوں بہت اچھے دوست تھے۔ میں اور آپ۔ عبداللہ اور بتول۔ جہاں عبداللہ ہو گا، وہاں بتول ہو گی۔ پھر۔۔۔ آپ چلے گئے اور سب ختم ہو گیا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس لیے سر جھٹکا۔ آخر میں اس کا لہجہ کپکپایا تھا،الفاظ ڈگمگائے تھے۔اور عبداللہ۔۔۔وہ بے تاثر بیٹھا رہا۔کچھ نہ کہا، محض دیکھا۔

"آپ نے مجھ سے ایک مرتبہ بھی بات نہیں کی۔چار سالوں میں ایک مرتبہ بھی نہیں۔جس دن آپ کی فلائٹ تھی،اس دن میں نے آپ کو کال کی۔۔آپ نے بات کی۔لیکن پھر آپ نے بات کرنا چھوڑ دی۔مجھے لگا کہ شاید آپ کی زندگی میں کوئی اور عورت آ گئی ہو۔

"کوئی اور عورت تب آتی جب پہلی سے کوئی موجود ہوتی۔بتول تم سے منگنی اور رشتہ اماں کی چوائز تھی۔اور میں ابھی شادی کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

اس کے لہجے میں سختی نہیں تھی تو نرمی بھی نہیں تھی۔بتول مغل کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔وہ پلکیں جھپکنا تک بھول گئی۔فضا میں رقص کرتی گانوں کی آواز ماتم میں بدل گئی۔وہ بے یقینی سے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھے گئی۔

"ہم اس وقت شادی اور منگنی جیسی چیزوں کی باتیں نہیں کر رہے۔ میں تمھاری اور اپنی دوستی اور کزن ہڈ کی بات کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں سب کے ساتھ اچھا وقت گزاروں، کچھ عرصے بعد میں چلا جاؤں گا۔ میں سب کے ساتھ کوالٹی ٹائم گزارنا چاہتا ہوں۔"

وہ رکا۔ الفاظ مجتمع کیے۔

"تم میری کزن ہو اور مجھے بہت پیاری ہو۔ لیکن بتول! زندگی میں انسان کو وہ نہیں ملتا جو وہ چاہتا ہے۔ تم مجھے نہیں جانتیں، نہ تب جب میں پاکستان میں تھا اور نہ تب جب میں سپین چلا گیا تھا۔ ہم لے ایک اچھا وقت ساتھ گزارا ہے، میں اسی وقت کی قدر اور عزت کرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم پھر سے دوست بن جائیں۔ کم از کم تب تک جب تک یہاں ہوں۔"

اس لے جواب طلب نظروں سے بتول کی طرف دیکھا۔ اور بتول مغل کے ہاتھ بے جان ہو کر پہلو میں دھرے کے دھرے رہ گئے۔ گوشت کا ٹکڑا حلق میں اٹک گیا۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہ آیا۔ وہ کرتی بھی کیسے؟ اس نے اپنا چہرہ دائیں جانب موڑ لیا۔ رخ پھیر لیا، لیکن دل نہ پھیر سکی۔ وہ وہیں تھا، سامنے بیٹھے شخص کی آنکھوں پر۔ وہ اضطرابی انداز میں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پاؤں جھلانے لگی۔ یہ آخری الفاظ تھے جو وہ عبداللہ سے اپنے لیے توقع کر سکتی تھی۔ وہ یہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ اس کی زندگی میں کوئی عورت نہ تھی، وہ اسے کیسے بتائے کہ عبداللہ کے سوا اس کی زندگی میں کوئی انسان ہی نہ تھا۔ وہ عبداللہ کو کھونے سے ڈرتی تھی اور وہ خوف حقیقت کا روپ دھاڑ کر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اسے لگا وہ مر جائے گی۔ وہ نہیں مری۔ اسے گمان گزرا اس کا دل دھڑکنا بھول جائے گا، گمان غلط ثابت ہوا۔ دل نے بے وفائی کی، وہ دھڑکتا رہا۔ پھر اس نے چہرہ اٹھایا تو اس کی آنکھیں کچھ ان کہی داستانیں سنا رہی تھیں۔ اور الفاظ خاموش تھے۔

"میں تم سے شادی کافی الوقت کوئی وعدہ نہیں کرتا۔ گھر میں کوئی بات ہوئی تو میں ہینڈل کر لوں گا۔ لیکن کیا ہم دوست بن سکتے ہیں۔"

وہ الفاظ زہر کی صورت قطرہ قطرہ اس کی سماعت سے داخل ہوتے ہوئے دل میں حلول ہو رہے تھے۔ زہر اس کے دل میں پھیلتا ہوا اس کے چہرے تک گیا۔ وہ ہونق بنی سامنے شخص کو دیکھتی رہی۔ وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ لب کاٹتی رہی، ٹانگیں جھلاتی رہی۔ جس شخص کے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

خیال کے ساتھ اس نے چار سال گزارے تھے،وہ سارے خیالات راکھ ہو رہے رہے۔اسے خود پر ترس آیا۔اسے الفاظ جھوٹے لگے۔عبداللہ اس کے لیے ایسا کہہ ہی نہیں سکتا تھا۔

"میں نے زندگی میں اگر شادی کی تو تم سے ہی کروں گا۔لیکن اگر کی تو۔زندگی کے اس نہج پر میری زندگی میں شادی جیسی چیز کی کوئی ضرورت اور گنجائش ں ہیں۔میں تمھیں جھوٹی تسلی نہیں دینا چاہتا۔میں صرف دوست رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ یہاں سے اٹھ کیوں نہیں جاتی۔وہ ہاتھ میں پہنی سبز انگوٹھی اتار کر اس کے منہ پر مار کر وہاں سے جا سکتی تھی۔لیکن وہ نہیں گئی۔جب عبداللہ سامنے ہوتا تھا تو وہ اس کے تابع ہو جاتی تھی۔بتول جھوٹ کہتی تھی کہ اس نے عبداللہ کو انکار کرنا سیکھ لیا تھا۔حقیقت تو یہ تھی کہ وہ واحد فرد تھا جسے اس نے اپنی پوری زندگی میں کبھی انکار نہیں کیا تھا۔وہ اسے انکار ہی تو نہیں کر سکتی تھی۔اور اب وہی شخص اسے انکار کر رہا تھا۔

"تم کچھ بولو گی نہیں؟

عبداللہ نے ہچکچاتے ہوئے اس سے پوچھا۔ اس نے جھکا چہرہ اٹھایا تو آنکھوں میں واضح نمی تھی۔ کوئی اندھا انسان بھی ان آنسوؤں کو دیکھ لیتا، لیکن عبداللہ خاموش رہا۔ اس نے اس نمی کو جانے دیا۔ جیسے وہ بتول کو جانے دے رہا تھا۔ وہ بہت غلط کر رہا تھا۔

"میں۔۔۔

وہ بولی تو اس کی آواز بہت اجنبی سی محسوس ہوئی۔ جیسے اس کی اپنی نہ ہو۔ اس نے دائیں بائیں سر ہلایا۔ کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"میں اپنی زندگی سے آپ کو نکال دوں تو پیچھے صرف اندھیرا ہے۔"

اور الفاظ اس کے منہ سے ہی نکل گئے۔ کسی اژدھے کی مانند جو قطرہ قطرہ اس کی جان لے رہے تھے۔

"میں۔۔۔ میں۔۔۔

الفاظ ٹوٹ گئے، بکھر گئے۔ وہ مزید کچھ کہہ نہ سکی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں تمھاری زندگی میں آیا تو یہ سب سے بڑا اندھیرا ہو گا۔

اس لیے عبداللہ کو کہتے سنا۔ ذہن ماؤف ہونے لگا۔

"اگر اندھیرے میں آپ ساتھ ہونگے تو میں اندھیرے میں رہ لوں گی۔

اس لیے ایک ہمت سے کہا۔ سامنے والا اس کے جواب پر مسکرائے بنا نہ رہا۔

"بتول! زندگی میں صرف جزبات کام نہیں آتے۔ اگر ہماری شادی نہیں ہوتی تو کیا ہم دوست بھی نہیں ہونگے؟

"آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔۔۔ اور آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں؟

"تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتی

"میں آپ کے بارے میں جان کر کیا کروں گی۔۔۔ آپ جیسے ہیں، جو بھی ہیں۔۔ مجھے قبول ہے۔ آپ اس بارے میں فکر کیوں کر رہے ہیں، جس بارے میں میں فکر نہیں کر رہی؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیوار میں نصب کھڑکیوں سے آتی ٹھنڈی ہوا اس کے چہرے کو جھلساتے ہوئے گزر گئی۔ ہوا ٹھنڈی تھی، تاثیر گرم۔

"ہم اس بارے میں بات نہیں کریں گے اب۔ کیا ہم دوست بن سکتے ہیں؟

بتول نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چہرہ دائیں جانب پھیرے لوگوں کو دیکھے گئی۔ وہ مسکراتے ہوئے چہرے کو روتے ہوئے دل کے ساتھ تکتی رہی۔ اسے لگا کہ اب وہ کبھی یوں مسکرا نہیں سکے گی۔ وہ ان لوگوں کی طرح کبھی خوش نہیں ہو سکے گی۔ وہ ایک شخص اس کی ساری مسکراہٹیں سلب کر رہا تھا۔

"مجھے کچھ وقت چاہیے۔

وہ کہتے ساتھ ہی اپنی جگہ سے اٹھی۔ یوں لگا جیسے اس کی ٹانگیں مفلوج ہو رہی ہیں۔ قدم اٹھانے کی سکت نہ رہی۔ وہ دھیرے دھیرے چل رہی تھی۔ ہر منظر دھندلا رہا تھا۔ بتول اور عبداللہ اسٹیج پر بیٹھے تھے۔ ہر جانب آنکھوں کو چبھنے والی روشنیاں تھیں۔ عبداللہ اسے انگوٹھی پہنا رہا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ ہر جانب لوگ ہی لوگ تھے۔ اس کی ماں کی آنکھوں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

میں آنسو تھے۔۔۔بیٹے کے جانے کا دکھ گہرا تھا۔اس کے ڈیڈ خوش تھے۔دادا اس کے ساتھ بیٹھے اس کا سر اپنے کندھوں کے ساتھ لگا رہے تھے۔عبداللہ اور بتول کے ہاتھوں میں سبز نگینے کی انگوٹھی کا اضافہ ہوا تھا۔وہ دونوں خوش تھے۔مطمئن تھے۔زندگی نے اگر کچھ لیا تھا تو بہت کچھ لوٹا دیا تھا۔اس لمحے پلکیں جھپکیں منظر واضح ہوا۔اگلے سارے لمحات سست رفتاری سے گزرے۔عبداللہ اس سے چابی لے رہا تھا،اس نے آرام سے دے دی۔وہ واپسی میں پیسنجر سیٹ پر نہیں بیٹھی تھی۔وہ پیچھے جا بیٹھی،عبداللہ خاموش رہا۔وہ اسے اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔سارا راستہ خاموشی کی نذر ہوا۔بتول کا دل خراب ہو رہا تھا، کچھ دیر گزری،گاڑی سڑک پر چلتی رہی،اسے اپنے معدے میں عجیب پن کا احساس ہوا۔ اسے متلی ہو رہی تھی۔اس نے گاڑی کی شیشے زور زور سے بجائے۔عبداللہ نے جھٹکے سے گاڑی روکی۔پھر وہ جھاڑیوں کے قریب کھڑی جھکتے ہوئے قے کر رہی تھی۔عبداللہ اس کے قریب پانی کی بوتل لیے کھڑا تھا۔اس نے وہ بوتل آگے بڑھائی تو بتول نے درشتی سے جھٹک دی۔وہ کھانستی ہوئی مسلسل قے کر رہی تھی۔

"اسے لو اور پانی پیو

اب کے عبداللہ نے سخت لہجے میں کہا۔

"گہرے گہرے سانس لو۔ ریلیکس۔

وہ پنجوں کے بل زمیں پر بیٹھ گئی۔ اس کے پاؤں دکھ رہے تھے۔ بال الجھے ہوئے تھے۔

دوپٹہ زمین پر لگ رہا تھا۔

"لمبے سانس لو۔

وہ کچھ دیر یونہی بیٹھی رہی۔ گال گلابی ہو چکے تھے، آنکھوں سے پانی نکل کر پھیل گیا تھا۔

پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور گاڑی میں جا بیٹھی۔ باقی کا راستے میں عبداللہ نے اس سے گفتگو کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ گھر پہنچی، اور انھی شادی والے کپڑوں میں سو گئی، وہ کس وقت سوئی، اور رات میں کتنی مرتبہ اس کی آنکھ کھلی، اسے کچھ یاد نہیں تھا۔ کچھ یاد رہ گیا تھا تو یہ کہ عبداللہ نے اس سے کہا کہ وہ اس سے شادی نہیں

کرے گا،وہ عہد کا وفا نہیں کرے گا،وہ یہاں سے چلا جائیگا،وہ اسے اپنے ساتھ لے کر نہیں جائے گا۔اس نے گزرے سالوں میں اتنی مرتبہ سوچا تھا کہ وہ اس کے ساتھ سپین جائے گی اور وہاں ہی رہے گی۔اس کے ساتھ۔اور وہ ساتھ دینے سے انکار کر رہا تھا۔اسے خود پر افسوس ہوا۔اپنا آپ ردی لگا۔اور وہ ردی جھلستے ہوئے راکھ کی صورت میں ہوا میں اڑتی گئی۔۔

.....

ابان احمد اس وقت اپنے کمرے میں موجود ورکنگ ٹیبل پر بیٹھا تھا۔سامنے لیپ ٹاپ کی اسکرین روشن تھی۔اسی کے ساتھ بھوری جلد والا عربی قرآن پڑھا تھا۔اس کے چہرے، بازوؤں اور سر کے بال سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔یقیناً وہ ابھی وضو کر کے بیٹھا تھا۔کمرے میں اس وقت خاموشی تھا۔گلاس وال سے باہر کا اندھیرا دکھائی دیتا تھا۔یہ وہ وقت تھا جب آدھی دنیا سوئی تھی،آدھی دنیا اپنے مشاغل میں مصروف تھی اور سیاہ آنکھوں والا ابان احمد،تہجد کے وقت اپنا قرآن کھولے بیٹھا تھا۔اس کے قرآن کے صفحات میں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پینسل سے جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے نشانات تھے جو اس نے نشان دہی کے لیے لگائے تھے۔ سر جھکا ہوا، آں کھوں میں اطمینان اور میسمرائز ہو جانے والا تاثر۔ یہ اس وقت وہ شخص تھا، جس سے دنیا ناواقف تھی۔ اس نے قرآن بند کیا۔ اسکرین کی طرف متوجہ ہوا۔ پھر اس نے ٹچ پیڈ پر انگلیاں چلانا شروع کیں۔

"ان الذین امنوا والذین ھادو والنصری والصبین من امن باللہ والیوم الاخر و عمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم، ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

)(سورۃ بقرہ:62

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہو گئے اور نصاری اور صابی جو کوئی ایمان لایا اللہ پر اور آخری دن پر اور اس نے عمل کیے نیک تو ان کے لیے اجر ہے ان کا ان کے رب کے پاس اور نہ کوئی خوف ہو گا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

"آہ! اللہ تعالی۔ دنیا میں کوئی کتاب ایسی بیان ہو ہی نہیں سکتی جیسے قرآن ہے۔ ویسے بنی اسرائیل بھی کیسی قوم تھی۔ تمام جہانوں میں افضل۔ اتنی نعمتیں اسے ملیں اور پھر کیا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ہوا؟۔انھوں نے نعمتوں کا شکر نہ کیا تو وہ نعمت ان سے چھین لی گئی۔جب نعمت کا شکر ادا نہ کرو تو وہ واقعی ایک مدت بعد لے لی جاتی ہے۔اللہ نعمت دے کر انسانوں کو آزماتا ہے کہ وہ اس کے اہل ہیں یا نہیں،اور پھر کیا ہوتا ہے؟وہ اس کا شکر ادا نہ کریں تو نعمت چھین لی جاتی ہے۔انسان ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔جیسے بنی اسرائیل ہوئے۔بنی اسرائیل کو اتنی فضیلت ملی اور پھر اتنی ہی خواری انھیں ملی۔میں سوچتا ہوں کہ اگر قرآن آج کے زمانے میں نازل ہوتا تو بنی اسرائیل کی ساری خامیاں جن کی وجہ سے انھیں عذاب ملا،وہ آج کے مسلمانوں میں ہوتیں۔بنی اسرائیل کہتے تھے ہم انبیاء کی اولاد ہیں،ہماری نسل سے اتنے انبیاء اور کتابیں آئی ہیں۔وہ کہتے تھے کہ صرف ہم جنت میں جائیں گے،باقی سب جہنم میں جائیں گے۔اور آج کے زمانے میں ایسا کون کر رہا ہے۔؟"

اس نے گہرا سانس بھرا۔زکام زدہ سانس اندر کھینچی۔آنکھوں میں اسکرین کی روشنی پڑتی تو ان کی چمک مزید بڑھ جاتی تھی۔

"لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ایک مکمل ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کا انداز بیان، دنیا کا بہترین انداز بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کتنے خوبصورت طریقے سے کہتے ہیں، "وہ لوگ جو ایمان لائے، اور یہودی ہو گئے، اور نصاریٰ اور صابی"۔ اس بات سے کیا پتہ چلتا ہے؟ یہی کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو ایک ساتھ کھڑا کیا۔ ایمان والوں کو، ان کے ساتھ ہی یہودی، نصاریٰ اور صابی کو۔ اللہ نے سب کو ایک ساتھ کھڑا کر دیا اور پھر اللہ نے کہا کہ وہ جو کوئی ایمان لایا اللہ پر اور آخری دن پر اور اس نے نیک اعمال کیے۔ اف! مطلب اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ وہ جو "ایمان لایا" اور پھر کیے "نیک اعمال"۔ مطلب صرف ایمان والا ہونا کافی نہیں ہے، نیک اعمال بھی لازمی ہیں۔ آج کے ہم مسلمان کیا سمجھتے ہیں؟ کہ ہم جنت میں جائیں گے ہر حال میں، ہم ایمان والے ہیں تو ہم جنت میں جائیں گے، اور باقی سب جہنم میں۔ ایسا طرز کس کا تھا؟ بنی اسرائیل کا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں تو ہم جنت میں جائیں گے۔ لیکن یہاں اللہ نے سب کو ایک ساتھ کھڑا کر کے ہر انسان پر یہ واضح کر دیا کہ محض ایمان والا ہونا کافی ہے، نیک اعمال بھی لازمی ہیں۔ الذین آمنوا کافی نہیں ہے، عمل صالحا بھی لازمی

ہے۔ ہر ایمان والا جنت میں جائے گا،اس بات میں کوئی شک نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس انسان کی سفارش کریں گے جس میں رتی برابر بھی ایمان ہو گا۔ لیکن آج کے لوگ کتنے آرام سے کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ جہنم میں گزار لیں گے، سزا کٹ جائے گی تو جنت میں چلے جائیں گے۔ بنی اسرائیل بھی ایسے ہی تو کہتے تھے،اللہ تعالیٰ! کہ ہمیں آگ نہیں چھوئے گی مگر گنے چنے دن کے لیے بس۔ لیکن ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ کیوں، آخر کیوں، ہم اتنی زندگی گزار لیں،اتنی آزمائش سے گزریں،اتنے غم ہم ملیں، پھر بھی ہم میرٹ پر جنت نہ جا سکیں۔ کیا فائدہ دنیا اور اس کی زندگی کا اگر ہم اتنی تکالیف اٹھانے کے بعد جنت ہی نہ کما سکیں۔ ہم خود کے ساتھ اتنے ظالم ہو جائیں کہ کہیں، خیر ہے کچھ عرصہ دوزخ کے عذاب کے بعد جنت مل جائے گی۔ یہ تو آپ کی آیتوں کا مذاق اڑانا ہوا،اللہ تعالی۔"

وہ ایک لمحے کے لیے رک گیا۔ بالکنی کے دروازے سے نظر آتی رات دھیرے دھیرے گزر رہی تھی۔ رات کا تیسرا پہر تھا،اور شدید اندھیرا تھا۔ اس نے اپنا سر ٹیبل کی سطح پر جھکا لیا۔ اسے لگا کہ وہ یہ سب پڑھ کر، لکھ کر رو دے گا۔ وہ گر جائے گا، جیسے چٹانوں سے تو دے

گرتے ہیں، جیسے پتھروں سے چشمیں پھوٹتے ہیں۔اس نے سر اٹھایا، پھر سے لکھنا شروع کیا۔ قرآن کو لینا واقعی آسان نہیں ہوتا،دل لرزتا ہے،دل کانپتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ! ہم آج کیا کر رہے ہیں؟ آج کے مسلمان کیا کر رہے ہیں؟ ہم اتنی خوش فہمیوں میں گھرے ہیں آخر۔ ہم سب کو نجات کتنی آسان لگتی ہے۔اگر نجات اتنی آسان ہوتی تو بنی اسرائیل کو کیوں نہ ملی، جن پر اتنا انعام اور فضل تھا۔ نجات کا تعلق کسی خاص گروہ سے نہیں ہے،یہ آپ نے بتادیا ہے کہ جو کوئی ایمان والا اور نیک اعمال کرے گا تو نجات اسی کے لیے ہے خواہ وہ کسی بھی گروہ سے ہو۔بنی اسرائیل کہتے تھے ہم انبیاء کی اولاد ہیں تو ہم تو ہیں ہی جنتی،باقی سب جہنمی ہیں۔وہ احساس برتری کا شکار تھے۔وہ کہتے تھے کہ کئی انبیاء ہم سے ہوئے ہیں،ہم اہل کتاب ہیں،ہم جس گروہ سے ہیں وہ تو جائے گا ہی جنت میں لیکن پھر اللہ نے سب انسانوں کو باور کروادیا کہ ایمان کے ساتھ عمل ضروری ہے۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم فلاں گروہ سے ہیں تو ہم جنتی ہیں،باقی سب جہنمی ۔اللہ کو اس بات سے فرق نہیں پڑتا کہ ہم کس گروہ سے ہیں۔ایمان والا تو اس نے ہمیں بنا

کر بھیجا ہے،وہ تو ایک بونس ہے،ہم خود کیا کر رہے ہیں؟جنت کا تعلق عمل صالحا سے ہے،کسی گروہ سے نہیں۔کوئی گروہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم نوری ہیں اور باقی سب ناری ہیں۔ ایمان اور عمل صالحا،یہ اللہ کا قرآن ہمیں بتاتا ہے۔بلی اسرائیل ایسے تو نہ تھے ہمیشہ سے لیکن جب انھوں نے وہ کتاب چھوڑ دی جو اللہ نے ان پر نازل کی تھی،دنیا میں کھو گئے،تو اللہ نے انھیں آزمائش میں ڈالا۔اللہ نے انھیں آزمائش میں اس لیے ڈالا کیونکہ ان کے پاس ایک زمہ داری تھی،اللہ کا پیغام اور کتاب آگے پہنچانے کی لیکن انھوں نے ایسا نہ کیا۔ان پر آزمائش آن گری۔پھر وہ ایسے ذلیل ہوئے کہ انھیں کہیں پناہ نہیں ملی۔ایسا ہی ہوتا ہے،جب اللہ کی دی گئی فضیلت اور نعمت کی قدر نہ کرو،تو انسان ذلیل ہو جاتا ہے۔ آج ہماری امت،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت جو اس امید پر زندگی گزار کر رہی ہے کہ زندگی کے آخری سالوں میں معافی مانگ کر جنت میں چلیں جائیں گے،خود کو بخشوالیں گے،ہمیں یقین ہے کہ ہم اس وقت سیدھے راستے پر ہونگے،اگر گناہوں کو مٹایا نہ جائے تو دل کا سیاہ دھبہ بڑھتا چلا جاتا ہے،اور جو دھبے جتنے پرانے ہوں،اتنی مشکل سے مٹتے ہیں،لیکن

وہ مکمل طور پر مٹتے نہیں ہیں، ہم بھول گئے کہ الذین آمنو کے ساتھ عمل صالحا بھی ضروری ہے۔ صرف جزبات کام نہیں آئیں گے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ روز حشر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری سفارش کریں تو ہمیں خود کو اس سفارش کے اہل بنانا ہے۔ اپنے عمل صالحا کی وجہ سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ مومن جھوٹ نہیں بول سکتا، اور ہم جھوٹ بول کر اپنی عزتوں کی حفاظت اور ریپوٹیشن کا بہت خیال رکھتے ہیں، جو اللہ کے ہاتھ میں ہے، اسے اپنے ہاتھ میں لینا چاہو تو بڑا نقصان ہوتا ہے۔ خیر۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ جس کے ایک ہاتھ میں قرآن ہو گا اور دوسرے ہاتھ میں سنت ہو وہ کبھی گمراہ نہیں ہو گا، ہم قرآن اور سنت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کے پیچھے چلے گئے، تمناؤں کے پیچھے چلتے گئے، ہم نے نہیں دیکھا کہ قرآن کیا کہتا ہے، سنت کیا کہتی ہے، ہمارے لیے یہ اہم ہو گیا کہ فلاں بندے کی اس سنت کے متعلق کیا رائے ہے، انھی لوگوں کو اللہ نے ان پڑھ کہا ہے جو تمناؤں کے پیرو کار ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ سنت کیا کہتی ہے، وہ دیکھتے ہیں کہ فلاں بندہ اس سنت کے متعلق کیا کہتا ہے، کیا ہمیں اس سنت پر عمل کرنا چاہیے، کیا

قرآن کے حکم پر سمعنا واطعنا کہنا چاہیے؟ اہل کتاب کیا کرتے تھے؟ وہ کہتے تھے کہ یہ بات ہمارے علماء نے کہی تھی، وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ کتاب میں ہمارے لیے کیا حکم ہے، وہ جھوٹے من گھڑت قصوں کے پیچھے چلنے لگے تھے۔ انھی لوگوں کے لیے اللہ نے کہا کہ وہ امانی (تمناؤں کے پیرو کار) ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ قرآن کیا کہتا ہے، وہ سنی سنائی گمانوں اور تمناؤں سے بھری باتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ اہل کتاب کرتے تھے، اور آج کے زمانے میں کون کر رہا ہے؟ بنی اسرائیل کو اللہ نے لیڈر بنایا، انھیں امامت دی، ان کو کتاب دی اور پھر اس کتاب کو آگے پہنچانے کے لیے کہا، لیکن انھوں نے کیا کیا؟ وہ کہتے کہ یہ فلاں بات ہمارے علماء نے کہی اور وہ باتیں جھوٹی، من گھڑت ہوتی تھیں، گمانوں سے بھری ہوئی، وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ ان کی کتاب کیا کہتی ہے، رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ ہمیں اس پر یقین رکھنا، اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کر کے اس کو آگے پہنچانا ہے بلکہ وہ تمناؤں، خواہشات اور گمانوں کے پیرو کار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم کیا چہرہ دکھائیں گے اس قیامت کے روز، جب کوئی کسی کا نہ ہو گا، ہم اس وقت حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ ہم ایک ہاتھ میں سنت اور قرآن کو چھوڑ کر تمناؤں اور خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اور یہ خواہشات عام خواہشات نہیں ہیں۔ یہ خواہشات وہ ہیں جو ہم قرآن کے حکم کو چھوڑ کر اپنا رہے ہیں، ہمیں لگتا ہے کہ ہم اللہ کا حکم مان رہے ہیں، لیکن در حقیقت یہ صرف تمنائیں ہوتی ہیں جن پر ہم عمل کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے ان کے اعمال خوبصورت بنا کر پیش کیے گئے ہیں۔ جو حکم ہماری تمنا کے مطابق ہے اسے لے لیتے ہیں، اور جو حکم ہماری مرضی کے مطابق نہیں ہے، ہم اس حکم کو اپنی تمنا کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باہر رات کا اندھیرا رفتہ رفتہ چھٹ رہا تھا۔ آسمان کی سیاہ چادر نیلے رنگ میں بدل رہی تھی۔ دور کہیں فجر کی پہلی اذان دی جا رہی تھی۔

"پھر اللہ نے کہا کہ "ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کو نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔" خوف کس چیز کا ہوتا ہے؟ مستقبل کا۔ غم کس کا ہوتا ہے؟ ماضی کا۔ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والے اور عمل صالح کرنے والے کو اس بات کی گارنٹی دیتے ہیں کہ

انھیں ان کے ماضی کا غم نہ ہو گا اور نہ انھیں ان کے مستقبل کا کوئی خوف ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ماضی کے غم اور مستقبل کے خوف سے آزادی کا کہہ رہے ہیں۔ مطلب انسان کو ماضی کا غم ہوتا ہے، مستقبل کی فکر بھی ستاتی ہے، قیامت بھی غمزدہ کرتی ہے۔ کوئی انسان پرفیکٹ نہیں ہوتا، اس کے ماضی میں کچھ غمزدہ ہوتا ہے، مستقبل خوفزدہ ہوتا ہے۔ لیکن اللہ آپ کو اس سے آزاد کر دے گا اگر آپ ایمان والوں کے ساتھ ساتھ عمل صالحا کرنے والے بھی بن جائیں۔ دنیا کے غم اور آخرت کے خوف سے وہ آزاد نہیں ہو گا جو صرف ایمان لائے گا بلکہ وہ ہو گا جو نیک اعمال کرے گا۔ کیونکہ جنت پلیٹ میں رکھ کر کسی کو نہیں ملے گی، اس لئے تو بلکل نہیں کہ ہم کسی خاص گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ نیک اعمال۔۔۔۔ وہ لازمی ہیں۔ وہ ایک ایسا کیٹالسٹ ہیں جن کے بغیر ری ایکشن ممکن نہیں ہو گا، کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اور یہ اللہ نے خود کہہ دیا ہے۔ یہ حق ہے۔ سب سے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو قرآن پر غور و فکر کرنے کے لیے کہا تھا، اس پر ریسرچ کر کے، اپنی باتوں کو قرآن اور سنت کی دلیل سے ثابت کرنے کے لیے کہا تھا اور وہم و گمان سے بچنے کا حکم دیا

تھا،اور آج ہم کیا کر رہے ہیں؟ہم قرآں اور سنت کی دلیل کو نہیں مانتے،ہم صرف اس بات کو مانتے ہیں کہ فلاں بندے نے ایسا کہا،فلاں نے ایسا کہا،قرآن اور سنت بہت پیچھے رہ گئے۔ عمل صالحا بہت پیچھے رہ گیا۔ ہم وہم و گمان پر چلنے لگے ہیں۔ جزاک اللہ خیر "۔

آسمان ہلکا نیلا ہو چکا تھا۔ چیونٹیوں کی بھنبھناہٹ واضح سنائی دے رہی تھی۔ وہ اپنی تحریر اپلوڈ کر کے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔اسکرین کی روشنی ختم ہو گئی۔ کمرے میں روشنی قائم تھی۔ فجر کی اذانیں بلند ہو گئی تھیں۔ ہر مخلوق تسبیح بیان کر رہی تھی۔ابان احمد کے دل میں قرآن کا نور دھیرے دھیرے داخل ہو رہا تھا۔اس کا چہرہ روشن تھا۔

.....

رات کی تاریکی نے پورے شہر کو اپنی لپیٹ سے آزاد کیا، آسمان ہلکا نیلا ہو گیا،تارے غائب ہو گئے۔ سورج نکلا،روشنی چھا گئی،دل میں دوڑتے خون کو گرمائش ملی، منجمند جزبات حرکت میں آئے،اور پھر بھاری ہوتی پلکوں اور سوجھے پپوٹوں کے ساتھ اس کی آنکھیں

کھل گئیں۔وہ کہاں تھی؟دھیرے دھیرے ذہن نے جاگنا شروع کیا پھر اس کی آنکھیں مکمل طور پر کھل گئیں۔ذہن جاگ گیا۔جسم نے حرکت کی تو وہ اپنی جگہ سے فوراًاٹھ گئی۔ الجھے،بکھرے بال،جن کے کرلز باسی ہو چکے تھے۔چہرے پر مٹامٹاسا میک اپ۔اس کو کچھ عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔پورا جسم نم محسوس ہو رہا تھا۔اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ اس کی پیشانی گیلی تھی،بال چپکے ہوئے تھے۔وہ پسینے میں شرابور تھی۔وہ پوری رات یونہی سوئی رہی تھی۔اس نے نہ اے سی آن کیا نہ کپڑے بدلے تھے۔پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی، فوراًسے پیشتر اے سے چلایا،پردوں کو آگے تک کیا،سورج کی کرنوں کا راستہ رکگیا۔وہ واپس بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔سفید لمبی فراک جو کل ہر قسم کی سلوٹ سے پاک تھی،آج سلوٹوں سے بھری ہوئی تھی۔وہ کچھ دیر یونہی بیٹھی رہی گویا نیند سے پوری طرح جاگی نہ تھی۔کچھ دیر بعد اس کا موبائل تھرتھرایا۔سکرین پر "مینجر "لکھا درج تھا۔اف!وہ تو اس دنیا کو بھول گئی تھی۔اس نے فوراًکال ریسیو کی۔

"میم! آپ اتنے دنوں سے آف ہیں، کوئی سٹوری وغیرہ کچھ نہیں۔ اور آپ کے اتنے کام لٹکے ہوئے ہیں، کئی پیکجز کی میلز مجھے ریسیو ہوئی ہیں، آپ کب پینڈنگ کاموں کو کریں گی؟

اسکرین کے اس پار لڑکی کے لہجے میں ٹینشن، فکر اور ہلکی سی سختی بھی تھی۔ بتول آنکھیں میچ کر رہ گئی۔ وہ تو یہ سب بھول ہی گئی، اس کے ذہن سے سب کچھ نکل گیا تھا۔ اس نے گہرا سانس بھرا۔

"میں کچھ دیر تک تم سے رابطہ کرتی ہوں۔ سب ڈیٹیلز بتاتی ہوں۔ میں کچھ دنوں سے کافی مصروف تھی۔ میں تمھیں کل کے فنکشنز کی تصویریں واٹس ایپ کر رہی ہوں۔ ان کی کیراسول پوسٹ بنا کر اپلوڈ کر دو۔ اور اسٹوری لگا دو کہ میں کچھ دیر تک سب کے پیکجز دیکھتی ہوں۔ اب مجھے اس وقت تک کال نہ کرنا جب تک میں تمھیں کال نہ کروں۔ بائے۔"

آخر میں کچھ برہمی سے کہہ کر اس نے کال بند کر دی۔ زندگی میں پہلے کم مسائل تھے۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ وارڈروب کے سامنے کھڑے ہو کر کھلی سی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر نکالا۔ کچھ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیر بعد وہ شیشے کے سامنے کھڑے گیلے بالوں پر برش کر رہی تھی۔ پھر اس نے ڈیوڈرنٹ لگایا، ہلکی سی لپسٹک اور افشاں۔ خود کو دیکھ کر مسکرائی، گیلے بال کمر سے نیچے تک آتے تھے۔ تو یہ طے تھا کہ بتول مغل کی زندگی میں بڑا سا بڑا بھونچال آجائے وہ خود سے کٹ نہیں سکتی تھی، اسے تیار ہونا، اور خود کو سنوارنا پسند تھا، سو وہ یہ ہر حال میں کرے گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ جانے سے پہلے اس نے ہاتھوں میں کچھ انگوٹھیاں پہنیں، سبز نگینے والی انگوٹھی کے علاوہ۔ وہ اس کے ساتھ ہمیشہ رہتی تھی، سو ہمیشہ رہنی تھی۔ چاہے وہ سو جائے یا۔۔۔۔ مر جائے۔ پھر گلے میں دوپٹہ ڈالے، ہاتھ میں موبائل تھامے باہر نکل آئی۔ لاؤنج سے اونچی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ نیچے کے منظر کو دیکھ کر ٹھٹکی۔ نیچے لاؤنج میں صوفے پر دادا ٹانگوں کو پھیلائے، ہاتھ میں پاپ کارن کا باؤل لیے بیٹھے تھے۔ سر پر نیلے رنگ کی ہیٹ تھی اور آنکھوں میں سن گلاسز، ان کی ساتھ والی کرسی پر علیزہ بھی اسی حلیے میں بیٹھی تھی۔ سامنے بڑی اسکرین پر کوئی فلم چل رہی تھی۔ پورا سینیما ماحول بنا ہوا تھا۔ باقی سب نجانے

کہاں تھے۔ وہ مسکراہٹ دبائے دادا کے قریب آئی اور ان کی ٹانگیں اپنی گود میں رکھ کر بیٹھ گئی۔

"دادا! یہ کیا ہو رہا ہے؟

علیزہ اور دادا کے حلیے کو دیکھ کر مسکراہٹ روکنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔ وہ کسی جوکر سے کم نہیں لگ رہے تھے، خاص کر دادا۔

"ہمیں ڈسٹرب نہ کرو۔ ہم نے یہ مووی کوئی بھی بات کیے بغیر دیکھنی ہے۔"

دادا نے اپنے نزدیک پرے پیپر پر لکھ کر دیا، سامنے ٹیبل پر ہی پیپر اور پین رکھے تھے۔ یعنی جیتنے کی پوری تیاری کے ساتھ دونوں بیٹھے تھے۔ علیزہ لب سی کر بیٹھی تھی، خاموشی سے منظر میں محو سی، پاپ کارن کھاتی ہوئی۔

"یار! دادا، آپ دونوں میرے بغیر ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔ ہم تینوں ساتھ کھیلتے ہیں جب بھی کھیلیں۔"

وہ زچ ہوئی۔ وہ دونوں اس سے کوئی بات ہی نہیں کر رہے تھے۔ حد ہو گئی۔ علیزہ نے تو اس کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔ ایک اور صدمہ۔

"علیزہ یہ کیا ہو رہا ہے، آپ لوگ مجھے بتائے بغیر مووی کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ نہ مجھے بلایا نہ ہی اس کھیل میں شامل کیا۔"

مووی ڈیڑھ گھنٹے کی گزر چکی تھی، آدھے گھنٹے کی رہتی تھی۔

"ہم نے آپ کو بلانا چاہا تھا لیکن آپ صرف گھوڑے ہی نہیں بلکہ اونٹ، گائے، بکرے، گدھے، بھینس، سب کچھ بیچ کر سو رہی تھیں۔ پھر ہم نے آپ کے کاروبار میں مداخلت کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

علیزہ نے اسے لکھ کر دیا۔ وہ مسکراہ کر رہ گئی۔"

اچھا اب یہ ختم کرو۔ آؤ ناشتہ کریں۔"

کوئی جواب نہ ملنے پر اس نے ریموٹ پکڑا، بٹن دبایا اور سب ختم۔ دادا اور علیزہ کی کڑی تیوریوں کو اس نے نظر انداز کیا۔

"بتول آپی! یار۔۔۔۔

"بتول۔۔ یہ کیا کیا۔

وہ دونوں صدمے اور غصے سے چلا اٹھے تھے۔

"بتول! یہ بہت غلط ہے۔ ہم نے شرط لگائی تھی جو ہارے وہ سب کو کھانا کھلائے گا رات کو اور تم نے سب خراب کر دیا۔"

دادا نروٹھے پن سے کہہ رہے تھے۔ بتول ان کے یوں کہنے پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑی، وہ اسے کسی چھوٹے بچے کی طرح لگے تھے۔

"مجھے بھوک لگی، آپ لوگوں نے مجھے ناشتے کے لیے بھی نہیں بلایا۔ ہاں؟

Clubb of Quality Content

وہ دادا کے پاؤں کو ہلکا ہلکا دباتی کہہ رہی رہی تھی۔ دونوں نے سن گلاسز اتاریں، ہیٹ اتار کر پھینکی۔

"اب اس سزا میں تم ہمیں کھانا کھلاؤ گی رات کو بس فائنل۔

دادا نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے ہوئے کہا۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گئے۔

"یہ غلط ہے۔ آپ دونوں کو مجھے کھانا کھلانا چاہیے، میں غریب انسان اتنا بوجھ نہیں سہہ سکتی۔"

وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہی تھی۔ رات کی ساری ثقافت ذہن سے چھٹ گئی تھی، گو کہ سب یاد تھا اور تکلیف دہ تھا لیکن اس لمحے وہ بلکل ٹھیک تھی، ہنس رہی تھی، مسکرا رہی تھی۔ بتول کے لیے اس کے دادا بادلوں کا سایہ تھے جو اسے بجلی کی کڑک سے بچاتے تھے۔ جو اس کے ساتھ ہمیشہ رہتے تھے۔ جنھوں نے بتول کو چلنا سکھایا تھا تو وہ اب بھی اسے گرنے سے بچا لیتے تھے، تھام لیتے تھے۔

"علیزہ تم آج گئی نہیں کالج۔

"کیونکہ آج چھٹی ہے۔

وہ بد مزہ ہوئی۔

"ویسے نانا! بتول آپی ٹھیک کہہ رہی ہیں، ہم ان کو کھلا دیتے ہیں کھانا، کچھ عرصے تک انھوں نے رخصت ہو جانا ہے۔"

اور بتول کی آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوئیں، حیرت سے دادا اور پھر علیزہ کی طرف دیکھا۔

"تو اس نے رخصت ہو کر کونسا دور جانا ہے۔ اپنے کمرے سے ساتھ والے کمرے میں شفٹ ہو جانا ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اور دادا کے یوں کہہ دینے پر اس کے گال سرخ ہوئے، کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔ رات کی ساری باتیں ذہن پر تازہ ہوئیں، زخم ادھڑے، تکلیف نئے سرے سے ہوئی۔

"خیر! میں رات کو آپ سب کو کھانا کھلانے لینے چلوں گی۔ ڈن۔ اب علیزہ مجھے کچن سے ناشتہ لادو۔ چائے کے ساتھ ایک بریڈ بس۔"

اس لیے بہت مشکل سے کہا۔ دادا اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ علیزہ اثبات میں سر ہلاتے اپنی جگہ سے اٹھی۔

"اور چائے میں دو چمچ چینی ڈالنا مت بھولنا۔ علیزہ

عقب سے آتی عبداللہ کی آواز پر وہ ٹھٹکی۔ دل کی دھڑکنیں منتشر ہوئیں۔ دادا بس مسکرائے۔ وہ مسکرا بھی نہ سکی۔

"بتول میڈم، کیسی ہیں آپ؟ طبیعت ٹھیک ہے۔

وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے اس کے سامنے بیٹھ رہا تھا۔ ہشاش بشاش سا، متبسم لہجہ۔ اس کو اتنا خوبصورت لگنے کا حق کس نے دیا تھا، کیوں تھا وہ ایسا کہ بتول نہ چاہتے ہوئے بھی اسے دیکھتی رہ جاتی، نہ چاہتے ہوئے بھی اسے سنتی رہتی، یہ محبت نہیں تھی، یہ عشق بھی نہیں تھا۔۔۔ یہ دیوانگی تھی، یہ بیماری تھی۔ وہ بولتا تھا تو دل جواب دیتا تھا، وہ پکارتا تھا تو بتول کا قلب اس پکار پر ہاں کہتا تھا۔ بتول مغل کے لیے یہ شخص دنیا میں موجود کئی لوگوں میں سے محض

ایک فرد نہیں تھا،یہ اس کے لیے دنیا تھا۔بتول کی دنیا اسی ایک شخص سے تھی۔اور وہ اس بات سے انکاری کہاں تھی؟انکاری تو وہ تھا،جو دنیا تھا۔

"کیوں بتول کو کیا ہوا؟

دادا کی تشویش سے بھری آواز پر اس کی توجہ بٹ گئی۔اس نے ان کی طرف دیکھا۔وہ اس کے ہاتھ ہر ہاتھ رکھ کر بیٹھے تھے۔بتول اب بھی ان کے پاؤں ہلکے ہلکے دبا رہی تھی۔کیا اس کو محبت دینے والے کم تھے،پھر اسے وہی کیوں چاہیے تھا جس کے لیے وہ ایک دوست سے بڑھ کر کچھ نہ تھی۔

"کچھ نہیں نانا!آپ کو پتہ تو ہے لڑکیاں کتنی نازک ہوتی ہیں،ذرا ذرا سی بات پر حساس ہو جاتی ہیں۔۔بس اسی لیے۔۔۔۔

"ہاں!لیکن میری بتول ایسی نہیں ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

انھوں نے ایک مان سے اس کی طرف دیکھا۔ بتول کے حلق میں کانٹے اگنے لگے۔ہاں!وہ ایسی نہیں تھی۔۔۔۔ لیکن وہ ایسی ہی تھی۔ کم از کم سامنے بیٹھے شخص کے معاملے میں۔ اسے لگے اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا ہے،وہ نظریں جھکا گئی۔

آج بتول ہم سب کو کھانا کھلا رہی ہے۔ رات کا کھانا بتول مغل کی طرف سے ہے۔"

دادا نے خوش ہوتے ہوئے عبد اللہ کو بتایا۔ عبد اللہ مسکرایا۔

"کیا آپ کی بتول مجھے بھی کھلائے گی،یا صرف آپ دونوں کو؟

وہ یونہی کہہ رہا تھا لیکن بتول کو سبکی محسوس ہوئی۔۔ وہ کوئی جواب نہیں دے رہی تھی۔۔۔ وہ چپ تھی اور یہ چپ اسے مار رہی تھی۔ علیزہ اس کا ناشتہ اس کے سامنے رکھ رہی تھی۔ اسی وقت وہ اپنی جگہ سے اٹھی،گود میں دھرا موبائل فرش پر گرا،اس نے پلٹ کر نہ دیکھا اور خاموشی سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی گئی۔ پیچھے بیٹھے تمام افراد ہونق بنے اسے دیکھتے رہے۔ دادا، عبد اللہ اور علیزہ۔ عبد اللہ کی مسکراہٹ اڑن چھو ہوئی۔ دادا کو برا لگا، کیا بتول کسی مسئلے میں تھی۔

عبداللہ کا ہاتھ اس کی پینٹ کی جیب تک گیا،وہ انگوٹھی جو اس نے بتول مغل کے لیے سنبھال کر رکھی تھی،اس نیت سے کہ وہ اسے تنہائی میں دے گا،لیکن سب کو دیکھ کر وہ رک گیا،وہ اس معاملے میں اس سے بات کرے گا۔وہ یہ انگوٹھی اسے دے گا۔

.....

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

Clubb of Quality Content

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842